ماہنامہ

صراطِ مستقیم

برمنگھم

February 2025





وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

Vol: 45 No. 04 February 2025

Rajab/ Shaban /1446 AH

جلد: 45 شمارہ: 04 فروری 2025ء

رجب/شعبان: 1446ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:

SIRATE-MUSTAQEEM

20 Green Lane, Small Heath,

Birmingham B9 5DB

Tel: 0121 773 0019

Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk



مختلف خطرات ، اندیشوں اور پیشن گوئیوں کے برخلاف رونالڈ ٹرمپ نے بالآخر دوسری مرتبہ امریکی صدارت کا حلف اٹھاہی لیا، گزشتہ الیکشن میں بائیڈن کے مقابلہ میں وہ شکست کھا گئے تھے، ان کے طرفداروں نے امریکی روایات کے برخلاف انتقال اقتدار کی راہ میں سخت رکاوٹیں کھڑی کر کے نئی تاریخ رقم کی، کچھ نے تو کیپٹل ہل ہی پر ہلہ بول کر توڑ پھوڑ کی اور ممبران پارلیمینٹ کو وہاں سے جان بچا کر بھاگنا پڑا، اندیشہ ظاہر کیا جارہا تھا کہ صدر ٹرمپ اپنے حمایت یافتگان کی اس شرمناک حرکت کے بعد میدان سیاست سے باہر ہو چکے ہیں، اب امریکی سیاست میں ان کا کوئی مقام نہیں رہا۔ لیکن

یہ بازار سیاست ہے یہاں کچھ بھی ممکن ہے،
یہاں منڈیاں لگتی ہیں، نیلامی ہوتی ہے، ضمیروں کی،
عزتوں کی، مفادات کی، عقائد و نظریات کی، یہاں
اپنے پرایوں کا خون بہتا اور بہایا جاتا ہے۔

امریکی روایات اور کلچر کے بر خلاف تقریب حلف برداری کو بڑی حد تک محدود رکھنے کی کوشش کی گئی، کھلے عام تقریب کے انعقاد، سیکیورٹی خطرات کے پیش نظر محفوظ ہال میں یہ رسم انجام دی گئی، ویسے سرد موسم بھی سازگار نہیں تھا، توقع کی جارہی تھی کہ امریکہ کی دو ریاستوں میں بھڑکنے والی خوفناک آگ کے سبب شاید تقریب کے بجائے آفس میں حلف برداری کے بعد کام شروع کر دیا جائے گا۔

اس یادگار مناسبت میں شرکت کے لئے سیاسی رہنماؤں سے زیادہ کاروباری شخصیات مدعو تھیں، جو صدر کی ترجیحات کا عندیہ دے رہی تھیں، تاہم امریکی روایات کے مطابق مختلف سیاسی، سماجی اور مذہبی شعبوں کے نمائندے بھی کسی حد تک شریک رہے، سابق صدور اور اعلیٰ عہدیداروں کی شرکت بھی مثبت پیغام دے رہی تھی کہ آپسی اختلافات کے باوجود ملکی مفادات کیلئے ہم متحد ہیں۔

غور طلب بلکہ خوشگوار پہلو یہ تھا کہ صدر نے افتتاحی تقریر میں اور مذہبی پیشواؤں نے ایک نکتہ پر زور دیتے ہوئے کئی بار اس کا اعادہ کیا کہ ہمارا بھروسہ خدا پر ہے:

IN GOD WE TRUST

صدر نے تو یہاں تک کہا کہ ہم اپنے خدا کو فراموش نہیں کر سکتے:

We will not forget our GOD

ہالی ووڈ میں تصور خدا سے متعلق ایک عجیب سا واقعہ آگ لگنے سے کچھ دیر پہلے پیش آیا، جس میں امریکی کلچر کو خدا بیزار کلچر بتایا گیا تھا۔ نیز صدر نے رنگ و نسل اور مذہب کی بنیاد پر لوگوں کی تقسیم کے بجائے زور دے کر کہا کہ اب ملک میں صرف دو ہی جنس مرد اور عورت کا ہی اعتبار ہوگا، یہ جملہ ٹرمپ کے منہ سے اچھا اس لیے لگا کہ انہیں عموماً دائیں بازو سفید فام گروہ کا حمایتی تصور کیا جاتا ہے۔ گویا اب امریکا میں لوگوں کو اخلاق و کردار اور صلاحیت کی بنیاد پر اہمیت دی جائے گی، جس کا قرآن مجید میں بہت پہلے ذکر کیا گیا:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (سورۃ الحجرات:13)

آخری نبی ﷺ نے مختلف موقعوں پر اس کی تاکید فرمائی تھی، تمام انسان اولاد آدم ہیں اور آدم مٹی سے تخلیق کئے گئے ہیں۔ (جامع ترمذی)

لیکن اس آفاقی پیغام کو عرب و عجم میں بڑی حد تک فراموش کر دیا گیا۔

امریکا کی دو ریاستیں کیلیفورنیا اور لاس اینجلیس میں بھڑک اٹھی آگ نے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، دنیا کا طاقتور ترین ملک اور متمول ترین ریاست اپنی ساری ٹیکنالوجی اور ترقی کے باوجود ایک ہفتہ تک آگ پر قابو پانے میں ناکام رہے، اس آگ سے ہونے والے جانی اور مالی نقصانات کا تخمینہ لگانے میں کئی دماغ سرگرداں ہیں، ابھی تک مرنے والوں کی بھی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں ہو سکا، پولیس اس آگ میں جھلسنے والی انسانی لاشوں کی باقیات REMAININGS تلاش کرنے میں مصروف ہے۔ کچھ لوگ اس آگ سے جان بچا کر بروقت نکلنے میں ناکام ہو کر جھلس گئے تھے۔

موت کسی کی بھی ہو افسوسناک ہے اور اگر قدرتی آفات کی زد میں آکر کوئی مرے تو اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے، انسانی زندگی کا خاتمہ خود تکلیف دہ ہے، آگ کی اذیت تو مزید سخت ہوتی ہے، وہ چاہے آتشیں اسلحہ کی شکل میں کہیں گولے اور بم برسا کر ہو یا کہیں لوگوں کی بھڑکائی ہوئی ہو یا قانون فطرت کے تحت لگی آگ۔ چاہے اس کا رخ امریکا کی طرف ہو یا خلیج عربی، چاہے کیلیفورنیا اور لاس اینجلیس ہو یا فلسطین اور شام کا علاقہ ہو۔

اس نازک اور افراتفری کے ماحول میں کئی مساجد، مسلمان، عیسائیوں اور کنیساؤں کی جانب سے

متاثرین کی مدد کی جا رہی ہے، جو قابل قدر جذبہ ہے، لیکن برا ہو میڈیائی تعصب کا اعلان کیا جا رہا ہے کہ اہل کنیسا کی یا اور کچھ مذہبی تنظیمیں رفاہی کیمپ لگا کر پریشان حال لوگوں کی مدد کر رہے ہیں، لیکن مساجد اور مسلمان کہتے ہوئے اس موقع پر بھی ان کے حلق خشک ہونے لگتے ہیں، دراصل میڈیا کو عادت سی ہو چلی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو نمایاں کو رتیج منفی قسم کی خبروں اور تبصروں میں دی جاتی ہے اور جہاں ان کی نیک نامی کا پہلو نکلے وہاں طوطا چشمی سے کام لیا جاتا ہے۔

کیلیفورنیا میں آتش زدگی کا واقعہ نیا نہیں، وہاں گھنے باغات اور درختوں کے جھنڈ کے باعث گرم موسم میں اس کا خطرہ رہتا ہے، لیکن جس انداز کی اب آگ بھڑک اٹھی وہ سابقہ ریکارڈ توڑنے والی اور ناقابل فہم آگ تھی۔ یہ امریکہ کی خوشحال ترین ریاست ہے، وہ یہاں آئی ٹی کا ہب ہے، اس کا ریاستی بجٹ کئی ممالک کے مرکزی بجٹ سے زیادہ ہے اور لاس اینجلس اور اسی میں فلمستان ہالی ووڈ واقع ہے۔وہ کونسی برائیاں ہیں جو یہاں نہ ہوتی ہوں گی، دنیا کے مہنگے قحبہ خانے، جواخانے، شراب خانے یہاں پائے جاتے تھے، دنیا کی رنگ رلیوں میں مست لوگ دین بیزار اور رب بیزار کلچر کے دلدادہ تھے، آتش زدگی سے کچھ ہی پہلے وہاں گولڈن گلوب کی جانب سے فلمی مقابلے جاری تھے، نئی بننے والی کس فلم کا کیا درجہ ہے وغیرہ، ان میں ایک فلم تھی، خدا ہی دنیا کا خالق ہے:

God is the creator of the World

اس کا درجہ سب نیچے تھا، اناؤنسر نے اس موقع پر یہ جملہ کہا کہ خدا بیزار معاشرہ میں ایسی فلموں کے لیے یہ درجہ تعجب خیز نہیں اور اب رب بیزار دہریے ملحد یہ دہائی دے رہے ہیں کہ خدا کی مدد کب آئے گی! طاقت، ٹیکنالوجی اور وسائل کے دعویدار ہواؤں کے جھونکوں کے آگے بے بسی اور درماندگی سے ہاتھ مل رہے ہیں اور بار بار قوانین قدرت اور فطرت کی دہائی دی جا رہی ہے:

﴿وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (سورة یوسف: 12)

"اللہ ہی اپنے فیصلہ پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔"

رفاہی تنظیموں کی جانب سے ان بے گھروں اور پریشان حال لوگوں کی فوری مدد کے لیے جو سامان پہنچایا جا رہا ہے، ان میں کچھ اشیاء غور طلب بلکہ باعث عبرت ہیں کہ کب کسی پر کیا افتاد آتی ہے، پینے کے پانی کی بوتلیں، اشیاء خورد و نوش، سامان صفائی ٹوتھ برش، پیسٹ استعمال شدہ اور نئے کپڑے تن ڈھانکنے کے لیے، عارضی طور پر لگائے گئے خیموں میں مساجد اور چرچ کمیٹیوں کی جانب سے جب مذکورہ چیزیں رکھ دی گئیں کہ ضرورت مند آئیں اور اپنی احتیاج کے مطابق چیزیں مفت میں چن لیں، جہاں دینے والوں کا اور رضا کاروں کا جذبہ لائق ستائش ہے کہ مشکل گھڑی میں سہارا بننے کی کوشش کی گئی وہیں حاصل کرنے والے بھی دوسروں کے لیے نشان عبرت بن گئے کہ یہ امدادی سامان حاصل کرنے کے لیے وہ لوگ بھی بیتاب تھے جو چند روز قبل تک امیر ترین اور دنیا کے مہنگے ترین گھروں میں مقیم تھے. جن کی دولت کا اندازہ لگانا بھی آسان نہیں تھا، ان میں فلمی دنیا کے مشاہیر، شوبزنس کے سرکردہ، صنعتکار، عالمی تاجر وغیرہ شامل ہیں۔

اسی علاقہ میں ہالی ووڈ فلمستان واقع ہے، یہاں کے بعض علاقے تخیلاتی قسم کی خوبصورتی اور زیبائش سے آراستہ تھے، افسانوی طرز زندگی دولت کی ریل پیل اور ہر طرح کی سہولتیں میسر تھیں، اس چمک دمک کو دیکھ کر کمزور ایمان والے بجا طور پر فتنہ میں مبتلا ہو سکتے ہیں لیکن پختہ ایمان والوں کا یقین مزید مضبوط ہوگا کہ رب ذوالجلال نے پہلے ہی سے اس کی خبر دے رکھی ہے۔

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی ڈگر پر چل پڑیں گے، ہم رحمٰن کا انکار کرنے والوں کو مزید نوازتے، ان کے گھروں کی چھتوں اور سیڑھیوں کو دیدہ زیب چاندی اور سونے کی بناڈالتے، کیونکہ یہ سب حیات فانی کی چیزیں ہیں، اور آخرت اور اس کی سدا بہار نعمتیں آپ کے پروردگار کے متقی بندوں کے لیئے ہیں۔(سورۃالزخرف:35)

یہ زوال پذیر فانی زندگی کی چمک دمک اور عارضی چکا چوند نہ جانے کب چھن جائے، وہاں مومن بندوں کے لیے جو نعمتیں ہیں، وہ انسانی تخیل و تصور سے بھی ماورا اور لذیذ تر ہوں گی، جن کے زوال کا کبھی خطرہ نہیں ہوگا۔

زندگی کی اسی چمک دمک نے ان میں بیشتر کو خود فراموش بنا دیا تھا کہ فلسطین میں روا رکھے گئے مظالم پر وہ شادیانے بجاتے رہے اور اکثر نے آنکھیں موند لیں تھیں، جب ہزاروں معصوم بچے خواتین اور بوڑھوں کو بے دردی کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارا جا رہا تھا، ہر درد دل رکھنے والا حساس شخص تڑپ رہا تھا، مائیں جنگ بندی کی فریاد کر رہی تھیں اور معصوم بچے دہائی دے رہے تھے، ان سوختہ دلوں کی فریاد کا جواب بعض فلمی دنیا سے وابستہ افراد جیسے جیمس ووڈ نے انتہائی تلخ انداز میں کہا کہ

No cease fire

فلسطینیوں پر برسائی جانے والی آگ میں کمی نہ کی جائے، ان کے لیے رحم کی گنجائش نہیں، آج جب یہ علاقہ آتشی شعلوں کی زد میں تھا اور کل کا کروڑ پتی جیمس ووڈ اپنے کروڑوں ڈالر کی لاگت سے تیار ہونے والے گھر کے ملبہ پر ٹھہر کے آنسو بہا رہا تھا تو کچھ دل جلوں نے اسی کے الفاظ میں جواب دیا کہ

No cease fire

صرف انہوں نے غزہ کی جگہ لاس اینجلس لگا کر رستے زخموں پر مزید نمک پاشی کی۔

یااللہ آگ نہ بجھے، شاید اسی کو کہتے ہیں :

"الجزاء من جنس العمل"

"جیسی کرنی ویسے بھرنی۔"

فلسطینی عوام اور علاقوں پر اندھا دھنا بمباری ہو رہی تھی، ان وحشیانہ مظالم پر جو لوگ جشن مناتے رہے، جنہوں نے بربریت کا ساتھ دیتے ہوئے اپنی دولت، عہدہ، منصب اور اختیارات کا بے دریغ استعمال کیا، اب جب یہاں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں، دنیا کا طاقت ور ترین ملک اور متمول ریاست بنیادی سہولتوں سے محرومی کا تجربہ کر رہی ہے، آگ بجھانے کے لیے آبی وسائل کی قلت کا سامنا ہے، سپر پاور ملک کی ساری ٹیکنالوجی، قدرتی آگ کے آگے دھری کی دھری رہ گئی۔

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾(سورۃ الروم: 41)

"خشکی اور تری میں لوگوں کی بد اعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا تاکہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا مزہ چکھایا جائے شاید کہ وہ باز آجائیں۔"

وسائل کی فراہمی کے باوجود ایک ہفتہ گزر گیا، آگ پر پوری طرح قابو نہیں پایا جاسکا بلکہ آگ کے مزید بگولوں کی آمد کا اندیشہ ظاہر کیا جارہا ہے:

﴿إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ﴾

"بلا شک و شبہ تمہارے رب کی گرفت بڑی مضبوط ہے۔" (سورۃ البروج:12)

امریکی صدر ٹرمپ نے چند ہی روز قبل کہا تھا کہ اگر میرے عہدہ صدارت سنبھالنے سے قبل اسرائیلی گرفتار شدگان کو آزاد نہ کیا گیا تو علاقہ کو جہنم بنا ڈالوں گا، سابق صدر بائیڈن نے کہا تھا کہ ہم بہت طاقتور ہیں، کوئی طاقت ہمارے آگے ٹھہر نہیں سکتی، اس دعویٰ کے چند ہی دنوں بعد دو امریکی ریاستیں کیرولینا اور فلوریڈا طوفان کی زد میں آئیں، یہ تو رب رؤف ورحیم کا کرم ہوا کہ طوفان کی شدت ساحل تک پہنچتے پہنچتے گھٹ گئی۔

صدر بائیڈن نے تو اعلان کر دیا تھا، اس علاقہ سے جلد نکل جاؤ، ورنہ ہم تمہیں کفن بھی دینے کے قابل نہیں ہوں گے، کیونکہ ماہرین نے ان کو اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ اگر اگر طوفان کی شدت ایسے ہی باقی رہی تو علاقہ کی 80 (اسی) فیصد آبادی ختم ہو جائے گی۔۔ تاہم اربوں ڈالر کا مالی نقصان ہوا۔

اور موجودہ صدر نے مشرق وسطی کو جہنم بنانے کا اعلان کیا، پھر آسمانی قہر دو ریاستوں پر آگ برسانے لگا، دیکھتے ہیں دیکھتے کیلیفورنیا اور لاس اینجلیس آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آگئے، خوشحال ریاست، متمول لوگ اور پر تعیش زندگی کے دلدادہ پلک جھپکتے میں بنیادی سہولتوں سے تک محروم ہو گئے، زمین پر انسان کا پلان کچھ ہوتا ہے اور قدرتی پلان کچھ اور ہوتا ہے۔ صدر نے پہلے دور اقتدار میں میکسیکو کے خلاف سخت زہر افشانی کی تھی، وہاں سے آنے والے مزدوروں پر پابندی عائد کی بلکہ انہیں روکنے کے لیے دیوار کھڑی کی، اس مصیبت کی گھڑی میں وہیں سے لوگ آئے کہ ہم تمہاری بے بسی میں انتقام لینے کے بجائے آگ بجھانے میں مدد کریں گے۔ وہ تمہارا ظرف تھا ہمارے خلاف اور یہ ہمارا ظرف ہے تمہارے بارے میں۔

صدر نے کینیڈا کو بھی چند روز قبل بڑی حقارت سے مشورہ دیا تھا کہ کینیڈا امریکا کی چھاؤنی بن جائے تو زندگی کی زیادہ سہولیتیں حاصل کرپائے گا۔ آج اس مصیبت میں اسی کینیڈا نے آگ پر قابو پانے کے لیے اپنے افراد اور سامان روانہ کیا، قدرتی لاٹھی بھی دیکھئے کہ صدر نے جن دو ملکوں کے بارہ میں گل افشانی کی اس نازک گھڑی میں ان ہی دونوں ملکوں نے راحت رسانی کی کوشش کی، ان کی مدد صدر اور حکمران ٹولہ کے منہ پر خاموش طمانچہ ہے۔ گویا ان عنایات پر کہہ رہے ہوں:

ہم نے پھولوں سے زخم کھائے ہیں

☆☆☆

سلو کی ایک شریف طینت شخصیت بھی عقبیٰ کی طرف چل بسے!

بہت نیک صفات کے حامل تھے، سلو میں پوجس لین کی مسجد میں بڑا جنازہ۔ ڈڈلی کے ڈاکٹر راجا منیر کے بڑے بھائی جناب عباد محمد ایڈووکیٹ نمونیہ کے مرض میں سلو ہسپتال میں 65 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم انتہائی شریف الطبع اور اچھے اخلاق سے متصف تھے، جنازہ میں آئے ہوئے بہت سارے اقارب و احباب، ورفقاء کی زبان پر ان کے اخلاق حمیدہ، ذکر خیر تھا۔ پسماندگان میں دو بیٹے وقاص محمد اور وہاب محمد اور اہلیہ سوگوار ہیں۔ سلو مسجد پوجس میں بہت بڑا جنازہ تھا اور سلو میں ان کی تدفین عمل میں آئی، سلو کے خان فاروق خان مرحوم کے ہم زلف تھے۔ جنازہ میں جناب عبد اللہ خالد جنجوعہ، جناب محمد نصیر بھی شریک جنازہ تھے۔ ڈڈلی سے تقریباً سارے ہی رشتہ دار شریک جنازہ تھے، راجا ندیم، حاجی ظفر جنجوعہ، جناب عابد محمود جنجوعہ، جناب آصف محمود زرگر، حاجی ثاقب شبیر، جناب نبیل شبیر، جناب محمد عمر بھی شامل تھے۔ تعزیت کرنے والوں میں مولانا شعیب احمد میرپوری، قاری ذکاء اللہ سلیم، مولانا محمد عبد الہادی العمری، حاجی ذوالفقار قریشی، ڈاکٹر عبد الرب ثاقب اور دیگر علمائے کرام اور قائدین جمعیہ نے ڈاکٹر راجا منیر سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ کریم مرحوم کی مغفرت فرمائے اور لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ آمین یارب العالمین

زندگی موم ہے جل جل کے پگھل جاتی ہے
اسی طرح موت کے سانچے میں وہ ڈھل جاتی ہے



ہر زمانے میں اہل ایمان کو آزمائش سے دوچار ہونا پڑتا ہے سعی وجہد سے کبھی ان کی زندگی خالی نہیں رہی؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ پر ایمان لا کر اس کے عین مطابق اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے عملی طور پر میدان میں آتے ہی مخالفتوں کا دور شروع ہو جاتا ہے اور یہ مخالفتیں کسی ایک سمت سے نہیں ہوتی بلکہ یہ ہمہ رخی ہوتی ہیں، اگر ان نازک حالات میں آدمی ڈر جائے اور اپنے موقف سے ہٹ جائے تو یقیناً وہ ناکام ہو جاتا ہے لیکن ایک بندے مومن جس کی پشت پر ہمیشہ اللہ تبارک تعالیٰ کی طاقت موجود رہتی ہے اور وہ اسی کے بل بوتے پر ہر آن اقامت حق اور غلبہ حق کیلئے کمربستہ ہو کر کلمہ حق کو بلند کرنے اور کلمات کفر کو پست کرنے کی جدوجہد اور کوشش میں اپنی زندگی لگا دیتا ہے اور یہ بات حقیقت ہے کہ جو کوئی بھی اللہ کی راہ میں جدوجہد کرتا ہے اور اپنی طاقت کے مطابق اس کام میں اپنی صلاحیتوں کو لگا دیتا ہے تو اس کا نفع خود اسے حاصل ہوتا ہے، جس کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اللہ تبارک تعالیٰ نے جبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعہ حضرت محمد مصطفی ﷺ پر آیت کریمہ کا نزول فرمایا جو سورۃ العنکبوت میں موجود ہے۔

﴿وَمَن جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ﴾

"جو شخص بھی مجاہدہ کرے گا اپنے ہی بھلے کیلئے کرے گا۔"

حقیقت بھی یہی ہے کہ جب ایک ایماندار آدمی حق کے راستے میں کوشش کرے گا تو اپنے رب کی مرضیات پر کامل طور پر عامل ہو جانے کے مواقع بھی میسر آجائیں گے۔ جس کے نتیجہ میں اس عارضی حیات کے امتحان میں کامیاب ہو کر ابدی زندگی میں سرخروی نصیب ہوتی ہے جو انسان کی فلاح و کامیابی کی اصل ہے اور یہ بات بھی ہمارے ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اس دنیا میں ہم جو کچھ بھی کوششیں اقامت حق کیلئے کریں گے اور دین اسلام کو سربلند کرنے کی سعی کریں تو یہ ہمارے ہی حق میں بہتری ہوگی اور اس میں صرف اور صرف ہمارا ہی فائدہ ہے اور اس میں ذرہ برابر بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی مفاد نہیں ہے۔

ارشاد فرمادیا گیا کہ ﴿إن الله لغني عن العالمين﴾ (سورۃ العنکبوت)

یعنی "اللہ یقیناً دنیا جہاں والوں سے بے نیاز ہے۔"

اس سلسلہ میں مفسرین کرام نے بہت وضاحت کے ساتھ دلنشین انداز میں تحریر فرمایا ہے۔ حضرت علامہ محمد کرم شاہ صاحبؒ یوں تحریر فرماتے ہیں:

جو شخص اسلام کی سربلندی کیلئے مصروف جہاد رہتا ہے وہ خداوند کریم پر احسان نہیں کر رہا بلکہ اس میں سراسر اس کا اپنا فائدہ ہے کیونکہ اگر اس نے جہاد نہ کیا اور کافر غالب آگئے تو اس کی آزادی چھن جائے گی اسے غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا۔ اس کا گھر بار، مال و متاع تاخت و تاراج کر دیا جائے گا۔ اس کی آبرو خاک میں مل جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ سفاک اور خدا ناترس دشمن اس کو اسلام چھوڑنے پر مجبور کر دے۔ ان تمام حالات میں نقصان اسی کا ہوگا۔ (ضیاء القرآن)

الغرض جہاد کا اولین محاذ ان دو چیزوں پر مشتمل ہے۔

پہلا یہ ہے کہ

"شیطانی تحریک سے پنجہ آزمائی اور اس کے نقش قدم پر چلنے سے اجتناب۔"

دوسرا یہ کہ

"نفس کی شرارتوں سے مقابلہ آرائی اور اس پر قابو پانا۔"

مندرجہ بالا دو مرحلوں میں جب آدمی کامیاب ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اتنا قوی اور مستحکم بنادیتا ہے جو ایک اور اہم جدوجہد کرنے کا اس میں حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ

"اپنا خود ساختہ حکم چلانے اور بدی کو فروغ دینے والے لوگوں سے سامنا کرنے کی جرأت"

(اور یہ جرات و صلاحیت "صالحیت" کے بغیر ناممکن سی چیز ہے)

مولانا عبد الرحمن کیلانی نور اللہ مرقدہ نے جہاد کے سلسلہ میں بہت عمدگی سے بات سمجھائی ہے وہ یوں رقم طراز ہوئے کہ

"جہاد بمعنی کسی انسان کی مقدور بھر کوشش جو اسلام کے نفاذ اور اس کی سربلندی کیلئے کی جائے پھر اس جہاد کے اقسام بھی متعدد ہیں اور محاذ بھی متعدد ہیں۔ اقسام سے مراد مثلاً زبان سے جہاد ایک دوسرے کو سمجھانا اور تلقین کرنا یا تقریروں کے ذریعہ تبلیغ کرنا اور قلم سے جہاد یعنی اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور اسلام پر وار ہونے والے اعتراضات اور حملوں کا جواب لکھنا اور پھر اس کے بعد اجتماعی جہاد بالسیف یا قتال فی سبیل اللہ ہے اور جہاد کا سب سے پہلا محاذ انسان کا اپنا نفس ہے پھر اس کے بعد عزیز و اقارب پھر اس کے بعد پورا معاشرہ ہے اور آخری محاذ قتال فی سبیل اللہ یعنی ان کافروں سے جنگ کرنا ہے جو اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے ہوں یا اسلام کو نیست و نابود کرنے پر تلے بیٹھے ہوں۔ جہاد اگر نفس

سے کیا جائے گا تو جہاد کرنے والے کی اپنی اخلاقی اور روحانی اصلاح ہوگی اگر اجتماعی جہاد اپنے معاشرہ سے کیا جائے گا تو پورا معاشرہ بے حیائیوں سے اور ظلم وجور سے پاک ہوگا۔۔۔ جس قسم کا بھی جہاد کیا جائے گا بالآخر اس کا فائدہ جہاد کرنے والے کی ذات کو ہی پہنچے گا۔" (تیسیرا القرآن)

مولانا محترم کی مذکورہ تحریر اس بات کی طرف اشارہ کررہی ہے کہ پہلے نمبر پر فرد کی اصلاح ہو پھر اس کے ذریعہ معاشرے کی تعمیر کی جائے جب یہ دوکام ہوتے رہیں گے تو اس بات کے امکانات بہت قوی ہوجاتے ہیں کہ نوع انسانی کے لیے دنیا میں امن وامان کی فضاء قائم ہوجاے اور سارے انسان ایک دوسرے کا احترام کرنے لگ جائیں اور اصل بات یہ کہ دنیا میں ایک خداے لاشریک کی بندگی ہونے لگے۔

مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ نے "مجاہدہ" کا مفہوم بیان کرتے ہوئے دل کو چھو لینے والی تحریر فرمائی کہ "مجاہدہ" کے معنی کسی مخالف طاقت کے مقابلہ میں کشمکش اور جدوجہد کرنے کے ہیں اور جب کسی خاص مخالف طاقت کی نشان دہی نہ کی جائے بلکہ مطلقاً مجاہدہ کا لفظ استعمال کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ ایک ہمہ گیر اور ہر جہتی کشمکش ہے۔"

مومن کو اس دنیا میں جو کشمکش کرنی ہے اس کی نوعیت یہی کچھ ہے اسے شیطان سے بھی لڑنا ہے جو اس کو ہر آن نیکی کے نقصانات سے ڈراتا اور بدی کے فائدوں اور لذتوں کا لالچ دلاتا رہتا ہے۔ اپنے نفس سے بھی لڑنا ہے جو اسے ہر وقت اپنی خواہشات کا غلام بنانے کیلئے زور لگاتا رہتا ہے۔ اپنے گھر سے لے کر آفاق تک کے ان تمام انسانوں سے بھی لڑنا ہے جن کے نظریات رجحانات، اصول اخلاق، رسم و رواج، طرز تمدن اور قوانین معیشت و معاشرت دین حق سے متصادم ہوں اور ان سے بھی لڑنا ہے جو خدا کی فرمانبرداری سے آزاد رہ کر اپنا فرمان چلائے اور نیکی کے بجائے بدی کو فروغ دینے میں اپنی قوتیں صرف کرے۔ یہ مجاہدہ ایک دن دو دن کا نہیں عمر بھر کا اور دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے ہر لحہ کا ہے اور کسی ایک میدان میں نہیں زندگی کے ہر پہلو میں ہر محاذ پر ہے، اسی کے متعلق حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"إن الرجل ليجاهدو ماضرب يوما من الدهر بسيف." "آدمی جہاد کرتا ہے خواہ کبھی ایک دفعہ بھی وہ تلوار نہ چلائے۔" (تفہیم القرآن)

حاصل کلام

حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اس بات سے آگاہ فرمارہاہے کہ

انسان کا اللہ پر ایمان لاکر اس کی راہ میں جہاد کرنا اور مشقتیں اٹھانا یہ ایسا عظیم عمل ہے جس سے ترقی کی راہ ہموار ہوتی ہے اور مجاہدہ کرنے ہی سے آدمی بدی وگمراہی اور خدائے تعالی اور اس کے رسول برحق ﷺ کی نافرمانی کے چکر سے آزاد ہوکر، حق وصداقت کی طرف گامزن ہوسکتا ہے اور آگے مزید یہ نکھار پیدا ہوجاتا ہے اور اتنی قوت عطا کردی جاتی ہے کہ دنیا میں خیر و امن کا جھنڈا لہرا سکے اور اسی حالت میں جب یہ دنیا سے رخصت ہوجائے تو جنت ودرجات جنت کا مستحق بنے۔ اس طرح آدمی مجاہدہ کرکے اللہ تبارک تعالیٰ پر کوئی احسان نہیں کرتا بلکہ اپنا ہی فائدہ حاصل کرتا ہے۔ لیکن جس مجاہدہ کی طرف متوجہ کیا گیا ہے یہ کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ اس میں ہر طرح کی قربانی پیش کرنی پڑتی ہے جس کے بغیر کامیابی کے منازل طے کرنا دشوار ہے اور ان دشوار گذار گھاٹیوں کو پار کرنے والے بہترین نفوس پر مشتمل لوگوں کی سیرتیں ہمارے سامنے ہیں جنہیں ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام سے یاد کرتے ہیں، یہ ایسے نفوس گزرے ہیں ان میں کچھ لوگوں کو دنیا ہی میں جنت و درجات جنت کی بشارت سنادی گئی جنہوں نے اپنی زندگی سخت مجاهدے میں بسر کی اپنے نفس کا تزکیہ کیا، شیطان سے نبرد آزما ہوئے اور وقت کے ظالموں اور جباروں کے سامنے اپنے کو نہیں جھکایا اور حقیقت یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ رہتا ہے اس بات کی گواہی قرآن یوں دیا ہے:

"جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انہیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے اور یقیناً اللہ نیکو کاروں ہی کے ساتھ ہے۔" (ترجمانی، سورۃالعنکبوت: 96)

اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجاہدہ کرنے والوں کو اطمینان دلادیا کہ تمہاری دستگیری ورہنمائی ہمیشہ کی جاتی رہے گی۔ حفیظ میرٹھی نے کیاخوب کہاہے:

کسی بھی قیصر و کسریٰ کو خاطر میں نہیں لاتے
محمدؐ کے پیاروں کی ادا سب سے نرالی ہے!

کیونکہ کٹھن حالات میں بھی حق پر ثابت قدم رہنا مومن کا شیوہ ہے۔

مختصر یہ کہ دنیا کی ذلت وآخرت کی رسوائی سے بچنا ہو تو انسان کے لیے لازمی ہیکہ اللہ تعالی اور اس کے حبیب ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگی کے شب روز گزاریں۔

☆☆☆

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ عبادت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

العبادة عبارة عن الإعتقاد والشعور بأن للمعبود سلطة غيبية في العلم والتصرف فوق الأسباب يقدر بها على النفع والضر. فكل دعاء وثناء وتعظيم ينشأ من هذه الإعتقاد فهو عبادة

"عبادت اس اعتقاد اور شعور کا نام ہے کہ معبود کو ایک غیبی تسلط حاصل ہے علم اور تصرف کے معاملے میں، جس کی وجہ سے وہ مافوق الاسباب نفع نقصان پر قادر ہے، اس لئے ہر تعریف، ہر پکار اور ہر تعظیم جو اس مذکورہ اعتقاد اور شعور کی بنیاد پر ہو تو وہ عبادت ہے۔" (مدارج السالکین: 1/40)



احترام انسانیت اور نبوی کردار

نبی ﷺ نے مکی دور میں انسانی اقدار کی بنا پر صلہ رحمی، راست گوئی، مہمان نوازی، غربا کی غمگساری، مجبوروں کی دست گیری اور راہ حق میں استقامت پر ہر ممکنہ اعانت فرمائی، جیسا کہ ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

" كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ."

"اللہ کی قسم! اللہ آپ کو ہرگز بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا، کیونکہ آپ رشتے نبھاتے ہیں، بوجھ اٹھاتے ہیں، مفلس کے لیے کماتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور راہ حق کی مشکلات میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔" (صحیح بخاری:3)

اور مدنی دور میں انسانیت سے خطاب کیا اور فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى»

"اے انسانو! خبردار ہو جاؤ کہ تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، خبردار! کسی عربی کو غیر عربی پر یا کسی غیر عربی کو عربی پر اور کسی سرخ (گورے) کو کسی کالے پر یا کسی کالے کو کسی سرخ (گورے) پر بجز تقوی کے کسی بھی طرح اعزاز وامتیاز اور فضیلت وفوقیت حاصل نہیں۔" (مسند أحمد: 23489)

ان سارے امتیازات کے بغیر عامة الناس کے تئیں صبر کرتے ہوئے انسانی اقدار نبھانے اور ایمانی کردار ادا کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ کو تاکید فرمائی: «خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ»

"انسانوں کے ساتھ عمدہ اخلاق اختیار کرو۔" (جامع ترمذی:1987)

یہ ساری ہدایات اس لیے ہیں کیونکہ

«الْمُؤْمِنُ الَّذِي يُخَالِطُ النَّاسَ، وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ، أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ، وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ»

"جو مومن انسانوں کے ساتھ ملن ساری کا معاملہ کرتا ہے، اور ان کی جانب سے حاصل ہونے والی تکالیف پر صبر سے کام لیتا ہے، ایسا مومن اس مومن کے بمقابل زیادہ اجر کا مستحق ہے جو انسانوں کے ساتھ ملن ساری کا معاملہ کرتا ہے، اور نہ ہی ان سے حاصل ہونے والی تکالیف پر صبر کرتا ہے۔" (سنن ابن ماجہ: 4032)

علاوہ ازیں نبوی انسانیت نوازی کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ بدری قیدیوں کو قتل کرنے کی بجائے پہلے پہل فدیہ لینے اور چھوڑ دینے کی تجویز پسند کی گئی اور عمومی طور پر دوران جنگ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے ساتھ مزاحمت سے منع کیا جاتا تھا، اور خصوصی طور پر مثلہ کرنے سے روکا جاتا تھا۔

احترام انسانیت اور برادران وطن

سہل بن حُنیف اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہما قادسیہ میں تشریف فرما تھے، جب ایک جنازہ گزرا تو بتایا گیا کہ یہ غیر مسلم اور ذمی کا جنازہ ہے تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو نبی ﷺ کھڑے ہو گئے، جب بتایا گیا کہ وہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے تو فرمایا: « أليست نَفْسًا»

"کیا وہ (موت کی تکلیف جھیلنے والی) ایک جان نہیں تھی؟" (صحیح بخاری:1250)

واضح رہے کہ کچھ اہل علم نے اس جیسی روایات پر عمل کیا، جب کہ چند اہل علم نے اس حکم کو منسوخ جانا، اور بعض علما نے دونوں کاموں کی گنجائش کی لچک رکھی۔ (تہذیب سنن أبي داوٗد لابن القیم: 2/365)

احترام انسانیت اور تحفظ مذہبی جذبات

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب یہود و نصاری سے بڑی عمدگی کے ساتھ مذہبی تبادلہ خیال کا حکم دیا:

﴿وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ﴾ (سورة العنکبوت:46)

"اہل کتاب سے بہتر انداز ہی سے بحث و مباحثہ کرو، ہاں ان میں جو ظالم ہیں ان کا معاملہ جداگانہ ہے۔"

اور باطل معبودان کے تئیں سب و شتم کرنے سے منع فرمایا: ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾

"اللہ کے علاوہ جن کی بھی یہ پرستش کرتے ہیں تم انہیں گالی مت دو، نتیجتاً نادانی کی بنا پر حد سے تجاوز کرتے ہوئے وہ بھی اللہ کی شان میں گستاخی کر بیٹھیں گے۔" (سورۃ الانعام:108)

جب بحث و مباحثے میں عمدگی ملحوظ رکھنی ہے اور سب و شتم سے احتراز کرنا ہے تو جبراً تبدیلی مذہب کی گنجائش تو قطعاً نہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾

"دین اسلام (قبول کرانے) میں کسی پر کسی بھی طرح کا جبر نہیں کیا جائے گا۔" (سورۃ البقرۃ: 256)

اور تفصیلی احکام کے ساتھ وہ اپنے دین پر رہ سکتے ہیں اور ہم اپنے دین پر استقامت اختیار کرتے رہیں گے۔ (سورۃ الکافرون:6)

اور امن طلبی کی صورت میں پورے امن وامان کے ساتھ امن کے طلب گار کو اس کی محفوظ جگہ پہنچانے کی تاکید ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ﴾ "اور اگر مشرکین میں سے کسی نے آپ سے پناہ طلب کی تو اسے پناہ دے دو، تاکہ اسے اللہ کا کلام سننے کا موقع ملے، پھر اسے اس کے محفوظ مقام تک پہنچا دو۔" (سورۃ التوبہ:6)

احترام انسانیت اور تحفظ اقلیات

Minorities Protection

اللہ تعالیٰ نے اہل ذمہ اور یہود جیسی اقلیات کے تئیں اپنے نبی ﷺ کو ہدایت دی کہ اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کریں: ﴿وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾

"اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان منصفانہ فیصلہ کریں، کیونکہ بے شک اللہ انصاف پروروں کو پسند فرماتا ہے۔" (سورۃ المائدۃ:42)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ألا مَن ظَلم مُعاهِداً أو انتقصَهُ أو كلّفَهُ فوقَ طاقَتِه أو أخَذ منهُ شيئاً بغيرِ طِيبِ نَفسٍ فأنا حَجِيجُهُ يوم القيامةِ»

"خبر دار! جس کسی نے (اسلامی حکومت میں رہائش پذیر) کسی ذمی پر ظلم کیا، یا حق تلفی کی، یا طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا، یا اس سے کوئی شے زبردستی چھین لی تو قیامت کے دن میں (اس ظالم مسلمان کے خلاف مظلوم ذمی کے حق میں) حمایتی اور وکیل رہوں گا۔" (سنن ابو داؤد: 3052)

احترام انسانیت اور ذی اثر نمائندہ شخصیات

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا أَتَاكُمْ كَرِيمُ قَوْمٍ فَأَكْرِمُوهُ»

"جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز (سردار) شخص آئے تو تم (کفریہ اور بدعات کے کاموں سے بچتے ہوئے، تالیف قلب اور ترغیب اسلام کی غرض سے) اس کی عزت کرو۔" (سنن ابن ماجہ: 3712؛ مع شروح حدیث، اس روایت کو اکثر اہل علم نے ضعیف قرار دیا، جب کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح اور دیگر نے صحیح لغیرہ بتایا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ اور شیخ شعیب الارنوؤط وغیرہ نے حسن قرار دیا اور متعدد متقدمین ومتاخرین نے اس سے استدلال بھی کیا۔)

احترام انسانیت اور تحفظ جان

اللہ نے ایک بے قصور کی ناحق جان لینے کو ساری انسانیت کے قتل سے تعبیر کیا اور کسی بے قصور کی جان کی حفاظت کو ساری انسانیت کی جان کی حفاظت قرار دی، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

﴿مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾

"جس نے زمین پر فساد (مچانے کے جرم) کے بغیر یا کسی کی جان کے بدلے (قصاص وتنفیذ حد) کے بغیر کسی (بے قصور) کا قتل کیا تو گویا اس نے سارے انسانوں کا قتل کیا اور جس نے کسی (بے قصور) کی جان بچائی تو گویا اس نے ساری انسانوں کی جان بچائی۔" (سورۃ المائدۃ: 32)

اور اگر کسی کے پاس ہتھیار رکھنے کی قانونی اجازت ہو تو اسے اس کی حفاظت کرنی چاہیے تاکہ ان کا غلط استعمال یا غیر ذمہ دارانہ استعمال قطعاً نہ ہو، اسی لیے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے حوالے سے فرمایا:

"نَهَى أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولًا"

"ننگی تلوار لینے دینے سے منع فرمایا۔" (سنن ابو داؤد: 2588)

احترام انسانیت اور تحفظ امن عام

انسانی معاشرے کو غلط افواہوں سے محفوظ رکھنا اور امن عام کی برقراری کی ہر ممکن کوشش کرنا احترام انسانیت کی عملی اور میدانی شکل ہے، اسی لیے غلط افواہیں پھیلانے والوں کے متعلق سخت وعید سنائی گئی، جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

﴿لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا﴾

"اگر (اب بھی یہ) منافق، دلوں میں روگ کے حامل اور مدینہ طیبہ میں غلط افواہیں اڑانے والے باز نہ آئیں تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس شہر میں رہ سکیں گے۔" (سورۃ الاحزاب: 60)

علاوہ ازیں جب سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے افضل ترین عمل کے متعلق پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ، فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلَى نَفْسِكَ»

"انسانوں سے اپنے شر کی روک تھام خود تمہاری جانب سے اپنے آپ پر صدقہ ونیکی ہے۔" (صحیح مسلم: 136)

دوسری جانب جسے لوگ اُس کی بدکلامی کی وجہ سے چھوڑ دیں تو وہ انتہائی بدترین انسان ہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے:

«إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ الناس اتقاء فحشه»

"سارے انسانوں میں بڑا بدتر انسان وہ ہے جسے دوسرے انسان اس کی برائی سے بچنے کی غرض سے (اسے اسی کے حال پر) چھوڑ دیں۔" (صحیح بخاری:5707)



جماعت کے ایک محسن حاجی مصدق حسین صاحب کی رحلت

شیر خان جمیل احمد عمری

برطانوی مسلم کمیونٹی کی بالعموم اور مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کی بالخصوص ایک نامور اور ممتاز شخصیت جناب حاجی مصدق حسین صاحب 4/ جنوری 2025 کی شام کو لاہور کے ایک ہسپتال میں حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے۔

إن العين لتدمع والقلب ليحزن وإنا بفراقك يا حاجي صاحب لمحزونون ولا نقول إلا بما يرضى ربنا؛ إنا لله وإنا إليه راجعون

دوسرے دن اتوار کو بعد نماز ظہر آپ کے آبائی شہر سیالکوٹ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے امیر سنیٹر پروفیسر علامہ حافظ ساجد میر حفظہ اللہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسی شہر کے قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

حاجی مصدق حسین صاحب پچھلے دو سالوں سے بوجوہ اپنے مادر وطن سیالکوٹ پاکستان میں مقیم تھے، وہاں بھی آپ کا کاروبار تھا۔ آپ کو شوگر کا مرض پہلے ہی سے لاحق تھا لیکن ادھر کچھ عرصہ سے عارضہ قلب میں بھی مبتلا ہو گئے تھے۔ 4/ جنوری 2025 کو آپ کو ہارٹ اٹیک ہوا، آپ کے عزیز آپ کو فوراً لاہور لے گئے اور اچھے ہسپتال میں داخل کروایا لیکن قلب پر حملہ اس قدر شدید تھا کہ آپ جانبر نہ ہو سکے۔ تقریباً 75 سال کی عمر پا کر آخرت کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ اور دو بیٹے آپ کے ساتھ ہی تھے، بیٹی اور داماد یہ غمناک خبر سنتے ہی برطانیہ سے پاکستان روانہ ہو گئے اور اپنے والد محترم کے جنازہ میں شریک ہو کر دعائیں دیں۔

حاجی مصدق حسین صاحب کی وفات کی خبر نے مجھے بہت متاثر کیا اور بڑا صدمہ پہنچایا بلکہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرا کوئی عزیز مجھ سے جدا ہو گیا ہے۔

حاجی صاحب کے ساتھ میرے بڑے دیرینہ تعلقات تھے۔ ہم دونوں کا تنظیمی ذہن، جمعیت وجماعت کے لئے حساس دل نے ہمیں بہت قریب کر رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپس میں ہماری بہت چھنتی تھی۔ دل، دماغ، فکر اور سوچ تو ملتی ہی تھی لیکن جماعتی کاز کو آگے بڑھانے میں بھی ہم ایک لمبے عرصہ تک ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ دونوں کو نہ صرف ایک دوسرے پر اعتبار تھا بلکہ قابل رشک اعتماد بھی تھا۔ میری آراء، نشاطات اور جماعت کے تئیں میری فکر مندی کو آپ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور احباب کے درمیان ہمیشہ اس کو سراہتے بھی تھے۔ چہرہ پر تو عموماً سب ایک دوسرے کی تعریف کر کے نمبر بنانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن حاجی مصدق حسین رحمہ اللہ میری غیابت میں بھی میرا دفاع کرتے تھے۔ عاملہ وشوریٰ میں میری دستوری گفتگو اور حق گوئی کی ہمیشہ تائید کرتے تھے۔ آپ بڑے جہاندیدہ شخص تھے، مردم شناس بھی تھے۔ ذہن جماعتی تھا، اس لئے شخصیات کو ناپنے کا پیمانہ بھی جماعتی ہی تھا۔

نومبر 1988 میں پہلی مرتبہ اور کچھ سالوں کے بعد 1996 سے تادم تحریر میں مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ سے جڑا ہوا ہوں، میرا مشاہدہ ہے کہ جمعیت کے اندر غیر علماء میں جن ساتھیوں کو میں نے جمعیت میں سب سے زیادہ مخلص، پرعزم، کمیٹڈ، ہمدرد اور متحرک دیکھا ہے ان میں بریڈ فورڈ شہر کے حاجی مصدق حسین سیالکوٹی رحمہ اللہ کا بھی ایک نام شامل ہے۔ آپ مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے نہ صرف سابق رکن شوریٰ وعاملہ تھے بلکہ جمعیت کے حقیقی معنی میں دست وبازو بھی تھے، ہر آڑے وقت میں جمعیت کی مدد کرتے تھے وہ امداد چاہے مالی ہو کہ اخلاقی۔ جمعیت جب بھی کسی بحران کا شکار ہوئی آپ نے دست تعاون آگے بڑھا کر جماعت کو سنبھالا۔ میرے سامنے اس کی دسیوں مثالیں ہیں۔ لیکن طوالت کے خوف سے میں اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا ہوں۔ مرکزی جمعیت پر آپ کے بڑے احسانات ہیں۔

برطانیہ کے بڑے مسلم تاجروں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ مرکزی جمعیت کا مسئلہ ہو یا اس کی کسی برانچ کا مسئلہ یا کوئی اور تعلیمی یا رفاہی ادارہ، اگر وہاں کسی پروجکٹ کی تکمیل کے لئے مالی تعاون کی ضرورت ہوتی تو احباب بلا تردد آپ سے رابطہ کرتے، آپ کی وزٹ کرتے، شاید ہی ایسا کوئی ساتھی ہو جو آپ کے در سے خالی ہاتھ لوٹا ہو۔ آپ سبھوں کی دامے درمے سخنے مدد کرتے تھے۔ اللہ نے آپ کو مال کے ساتھ ساتھ ذہانت وفطانت سے بھی نوازا تھا اور دل بھی بڑا تھا، ساتھ میں حوصلہ بھی بڑا کمال کا پایا تھا۔ آپ بڑے مہمان نواز تھے۔ جماعت کے مہمان چاہے جتنے بھی ہوں آپ انہیں اپنے گھر لے جاتے، ان کی تکریم کرتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔ کئی مرتبہ آپ کی آفس کی میٹنگ روم میں جمعیت کی میٹنگز ہوئیں۔ خندہ پیشانی سے آپ سب کا استقبال کرتے اور ان کی خاطر تواضع کرتے۔ اللہ تعالی نے آپ کو مال ودولت سے

خوب نوازا تھا، مسلم کمیونٹی کے تعلیمی، رفاہی اور فلاحی کاموں میں پیش پیش رہتے تھے یہی وجہ تھی کہ کمیونٹی میں آپ کو بڑا رتبہ حاصل تھا، نہ صرف برطانیہ بلکہ اپنے مادر وطن پاکستان اور کشمیر میں بھی آپ کئی اداروں کی سرپرستی فرماتے رہے، حقیقی معنی میں ایک اچھے اور نفع بخش انسان تھے۔ عزت و مرتبہ اور بلند مقام پانے کے باوجود آپ کے اندر اس قدر تواضع وانکساری تھی کہ ہر کسی سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے، ہر ایک کی بات کو بڑی توجہ سے سنتے تھے۔ کبر و نخوت نام کی کوئی چیز آپ کو چھو کر بھی نہیں جاتی تھی۔ وقار، سنجیدگی، متانت بردباری آپ کا شعار تھا۔ حق گوئی اور بے باکی میں لاثانی تھے۔ اصولوں، وعدوں اور اوقات کے بڑے پابند تھے، ذہن بڑا تنظیمی تھا، مسلک کا بڑا درد رکھتے تھے، یہی وجوہات تھیں کہ مجھ سے آپ کی بہت جمتی تھی۔ انہی بنیادوں نے ہم دونوں کو ایک دوسرے سے بہت قریب کر رکھا تھا۔ جمعیت کے پلیٹ فارم پر ارکان اور شخصیات کو پرکھنے کا پیمانہ صرف اور صرف جماعت وجمعیت اور مسلک ہوتا تھا، اس معیار پر جو بھی پورا اترتا وہ ان کے نزدیک محبوب و معتبر ہوتا اور جو اس پیمانے پر پورا نہیں اترتا وہ ان کے نزدیک غیر معتبر ہو جاتا چاہے وہ ان کا کتنا ہی قریبی ہو، اور کتنا ہی بڑا شخص کیوں نہ ہو اور کتنے ہی بڑے عہدہ پر فائز ہو۔ میں نے اور اہل جماعت نے دسیوں مرتبہ اس کا تجربہ کیا ہے۔ بڑے حق شناس تھے، حق گو تھے، حق اور سچ ہی کو سننا پسند کرتے تھے اور حق ہی کا ساتھ بھی دیتے تھے۔ نفاق اور دوغلے پن کا شائبہ تک آپ میں موجود نہ تھا۔ چہرے ہی پر اختلاف رائے کرتے، کسی ملامت کرنے والے سے کبھی خائف نہ ہوتے۔

آپ بریڈفورڈ شہر کی مرکزی مسجد اہل حدیث 'مسجد محمدی لمب لین' کے بانی ارکان میں سے تھے اس وسیع وعریض مسجد کی تعمیر اور ترقی میں آپ کا بڑا رول تھا۔ آپ ہی کی شخصیت کا وزن تھا کہ مخالفین اس وسیع وعریض اور شاندار مسجد کی تعمیر کو چاہ کر بھی روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے تھے۔

ایک لمبے عرصہ تک آپ اس مسجد کے صدر اور منتظم اعلی رہے۔ دراصل حقیقت یہ تھی کہ آپ کو کمیونٹی میں عزت پانے کے لئے کسی عہدہ یا منصب کی چنداں ضرورت نہ تھی، اللہ نے آپ کو بڑی عزت سے نوازا تھا۔ جس مسجد، ادارہ یا تنظیم وغیرہ میں آپ کسی منصب پر فائز کئے جاتے تو وہ مسجد، تنظیم اور ادارے معتبر ہو جاتے۔ آپ کی سرپرستی سے اداروں کو عزت مل جاتی اور انہیں اعتبار حاصل ہو جاتا۔

تقریباً تین دہائیوں کے عرصہ میں مجھے کبھی بھی یہ محسوس نہیں ہوا کہ آپ نے کبھی کوئی غیر اصولی بات کی ہو، یا کوئی غلط بات کا مطالبہ کیا ہو، جمعیتوں میں عموما مرکزی عہدیدار جب کسی رکن کو اپنی کابینہ یا عاملہ میں لے لیتے ہیں تو ان کا عموما یہ تصور ہوتا ہے کہ یہ منتخب ساتھی ان کی ملکیت ہیں، انہیں ان کی ہاں میں ہاں ملانا ہے بس، ورنہ وہ معتوب ہو جاتے یا باغی ٹھہرائے جاتے ہیں۔ لیکن حاجی مصدق صاحب کو میری طرح کبھی بھی اس کی پرواہ نہ تھی کہ ان سے کوئی راضی ہو یا ناراض، ان کے مطمح نظر بس ایک بات ہوتی کہ جماعت کے حق میں جو بہتر ہو تا وہی بات وہ کہتے اور کرتے اور اسی موقف کا ساتھ دیتے جس میں جماعت کی بہتری ہوتی چاہے وہ موقف، بات اور رائے مرکزی عہدیداران کی رائے اور موقف کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

حاجی مصدق حسین رحمۃ اللہ علیہ چونکہ ایک بڑے تاجر تھے جس کی وجہ سے مختلف مسالک اور مذاہب اور فیلڈ کے لوگوں سے آپ کا رابطہ رہتا۔ آپ کی حکمت عملی، بردباری اور ذہانت کا کمال تھا کہ آپ سبھوں کے درمیان قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

جناب مصدق صاحب کی باتیں، خوبیاں اور خدمات اسقدر وسیع ہیں کہ ان کے احاطے کے لئے مجلہ نہیں بلکہ مجلات درکار ہیں۔

مجھ سمیت جماعت کے حقیقی مخلصین کو یہ دکھ ضرور ہے کہ جمعیت کے اس محسن کی کماحقہ قدر نہیں کی گئی بالخصوص ابھی ڈیڑھ سال قبل مرکزی جمعیت کے انتخابات سے سال دو سال قبل ایک مرکزی عہدیدار کی جانب سے ان کے ساتھ جو ناروا سلوک ہوا اور ان کے تئیں بے نیازی کا جو مظاہرہ ہوا وہ نہ صرف نا قابل فہم تھا بلکہ نا قابل قبول بھی۔ کچھ ساتھیوں نے اس سلوک پر احتجاج بھی کیا۔ اس واقعہ سے حاجی مصدق صاحب کافی دلبرداشتہ ہوئے اور اسی میٹنگ میں یہ کہ دیا کہ اگر ایسی بات ہے تو پھر ہماری یہاں کیا ضرورت ہے! اس میٹنگ کے بعد آپ پھر جمعیت کے کسی اجلاس میں شریک نہ ہوئے۔ حاجی صاحب کو جمعیت کی ضرورت نہیں تھی لیکن بلاشبہ جمعیت کو ان کی ضرورت تھی۔ جمعیت پہلے ہی سے ایک سچے اور مخلص ساتھی سے محروم ہوگئی تھی، اب آپ کے انتقال سے جمعیت آپ سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوگئی۔ جمعیت کے ہر قسم کے بحران میں آپ نے جمعیت کا ساتھ دیا اور جمعیت کی عزت، وقار اس کے تشخص کی بحالی کے لئے آخری حد تک اور آخری وقت تک جدوجھد کرتے رہے۔ فجزاہ اللہ خیرا!

اللہ تعالی حاجی مصدق حسین صاحب کی بشری لغزشوں کو درگذر فرمائے، ان کی جملہ حسنات اور خدمات کو قبول فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں داخل کرے اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل دے آمین

☆☆☆



رات کے وقت آگ بجھا دینے کا حکم

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا تَدَعُوا النَّارَ فِي بُيُوتِكُمْ حِينَ تَنَامُوا» (صحيح بخاري، كتاب الإستئذان، باب لا تترك النار في البيت عند النوم: 6293-صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب الأمر بتغطية الإناء وإيكاء السقاء، وإغلاق الأبواب...:2015)

”جس وقت تم سونے لگو تو اپنے گھروں میں آگ جلتی ہوئی نہ چھوڑا کرو۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جَاءَتْ فَأْرَةٌ فَأَخَذَتْ تَجُرُّ الْفَتِيلَةَ، فَذَهَبَتِ الْجَارِيَةُ تَزْجُرُهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «دَعِيهَا»، فَجَاءَتْ بِهَا فَأَلْقَتْهَا عَلَى الْخُمْرَةِ الَّتِي كَانَ قَاعِدًا عَلَيْهَا فَأَحْرَقَتْ مِنْهَا مِثْلَ مَوْضِعِ الدِّرْهَمِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوا سُرُجَكُمْ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدُلُّ مِثْلَ هَذِهِ عَلَى هَذَا فَيُحْرِقُكُمْ»

(سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في إطفاء النار بالليل:5247)

”ایک چوہیا آئی اور چراغ کی بتی پکڑ کر اسے گھسیٹنے لگی، ایک بچی اسے بھگانے لگ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، پھر اس (چوہیا) نے وہ بتی لا کر اس چٹائی پر پھینک دی، جس پر آپ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، اس بتی نے ایک درہم کی جگہ کے بقدر چٹائی جلا دی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سونے لگو تو اپنے چراغوں کو بجھا دیا کرو، کیونکہ شیطان اس جیسے جانوروں کی ایسے کاموں میں راہنمائی کرتا ہے اور تمہارے گھروں کو جلا دیتا ہے۔“

گویا ایسے جانوروں کو اس طرح کے نقصان دہ اور ضرر رساں امور شیطان سجھاتا ہے اور ان کی راہنمائی کرتا ہے، تاکہ وہ مسلمانوں کے گھر کو نقصان پہنچا سکے، اس لیے نبی ﷺ نے یہ تنبیہ فرمائی کہ سونے سے پہلے گھر کے چراغ بجھا دیا کرو۔ تو ہر وہ چیز جو آگ سے متعلقہ ہو اسے بند کر کے یا بجھا کر سونا چاہیے مثلاً چولہا، ہیٹر، انگیٹھی، لالٹین، موم بتی، گیزر اور گیس کا لیمپ وغیرہ۔

شام کے وقت کرنے کے کام

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا جَنَحَ اللَّيْلُ أَوْ أَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ، فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوهُمْ، وَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا، وَأَوْكُوا قِرَبَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ، وَخَمِّرُوا آنِيَتَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ، وَلَوْ أَنْ تَعْرِضُوا عَلَيْهَا شَيْئًا، وَأَطْفِئُوا مَصَابِيحَكُمْ.» (صحيح بخاري، كتاب الأشربة، باب شوب اللبن بالماء: 5613-صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب الأمر بتغطية الإناء وإيكاء السقاء، وإغلاق الأبواب...: 2012)

”جب رات چھا جائے یا شام ہو جائے تو تم اپنے بچوں کو (گھروں میں) روک لیا کرو، کیونکہ اس وقت شیاطین پھیل جاتے ہیں، لیکن جب رات کا کچھ وقت گزر جائے تو انہیں چھوڑ دیا کرو، اللہ کا نام لے کر دروازے بند کر دیا کرو کیونکہ شیطان بند دروازہ نہیں کھولتا، بسم اللہ پڑھ کر مشکیزوں کا منہ باندھ دیا کرو، اللہ کے نام سے اپنے برتن بھی ڈھانپ دیا کرو خواہ ان پر کوئی چوڑائی میں ہی کوئی چیز رکھ دیا کرو اور اپنے چراغوں کو بجھا دیا کرو۔“

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تُرْسِلُوا فَوَاشِيَكُمْ وَصِبْيَانَكُمْ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يُبْعَثُ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ.»

(صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب الأمر بتغطية الإناء وإيكاء السقاء، وإغلاق الأبواب...: 2013-سنن أبوداؤد، كتاب الجهاد، باب في كراهية السير في أول الليل: 2604)

”جب سورج غروب ہو جائے تو تب تک تم اپنے چوپایوں اور اپنے بچوں کو مت چھوڑو جب تک کہ رات کا اندھیرا اچھی طرح نہ چھا جائے، کیونکہ غروبِ آفتاب کے وقت شیطان بھیجا جاتا ہے اور وہ تب تک رہتا ہے جب تک کہ اچھی طرح رات نہیں چھا جاتی۔“

سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

«غَطُّوا الْإِنَاءَ وَأَوْكُوا السِّقَاءَ فَإِنَّ فِي السَّنَةِ لَيْلَةً يَنْزِلُ فِيهَا وَبَاءٌ لَا يَمُرُّ بِإِنَاءٍ لَمْ يُغَطَّ وَلَا سِقَاءٍ لَمْ يُوكَأْ إِلَّا وَقَعَ فِيهِ مِنْ ذَلِكَ الْوَبَاءِ»

(صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب الأمر بتغطية الإناء وإيكاء السقاء، وإغلاق الأبواب...:2014)

"برتنوں کو ڈھانپ دو اور مشکیزوں کا منہ باندھ دو، کیونکہ سال میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں ایک وباء اترتی ہے، جو کسی بھی ایسے برتن کے پاس سے گزر جائے جس کو ڈھانپا نہ گیا ہو اور کسی بھی مشکیزے کے پاس سے گزر جائے جس کا منہ نہ باندھا گیا ہو تو وہ وباء اس میں پڑ جاتی ہے۔"

سانپ مارنے کا حکم

سالم اپنے باپ (سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ وَذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْأَبْتَرَ، فَإِنَّهُمَا يَلْتَمِسَانِ الْبَصَرَ، وَيَسْتَسْقِطَانِ الْحَبَلَ». قَالَ: وَكَانَ يَقْتُلُ كُلَّ حَيَّةٍ حَتَّى أَبْصَرَ أَبُو لُبَابَةَ أَوْ زَيْدُ بْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ يُطَارِدُ حَيَّةً، فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ نُهِيَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوتِ

(صحيح بخاری، كتاب بدء الخلق، باب قول الله تعالى: ﴿وبث فيها من كل دابة﴾: 3297- صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب قتل الحيات وغيرها: 2233)

"سانپوں کو مار دیا کرو، (خاص طور پر) انہیں جن کے سر پر دو نقطے ہوتے ہیں اور چھوٹی دُم والے موذی سانپ کو بھی، کیونکہ یہ دونوں سانپ بینائی چھین لیتے ہیں اور حمل گرا دیتے ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر سانپ کو مار دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ کسی سانپ پر حملہ آور ہو رہے تھے کہ ابو لبابہ یا زید بن خطاب نے آپ کو دیکھ لیا اور بتلایا کہ گھر میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع کر دیا گیا تھا۔"

آنکھوں کی بینائی زائل کر دینا یا عورت کا حمل گرا دینا، ان کے شدید زہریلے ہونے کی وجہ سے ہے، یعنی سانپ کی ان دو قسموں میں اس قدر زہر ہے کہ یہ بغیر ڈسے بھی انسانی جان پر اثر انداز ہو جاتا ہے اور گھروں میں رہنے والے سانپوں کو مارنے سے منع کرنے کی وجہ ایک اور حدیث میں بیان ہوئی ہے کہ ایسے سانپ اکثر جن ہوتے ہیں جو سانپوں کے رُوپ میں گھروں میں رہتے ہیں، اس لیے انہیں نہیں مارنا چاہیے۔

سیدنا ابو سائب روایت کرتے ہیں کہ

أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ يَعُودُهُ قَالَ:فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي، قَالَ: فَجَلَسْتُ فَسَمِعْتُ تَحْرِيكًا فِي عَرَاجِينَ فِي نَاحِيَةِ الْبَيْتِ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا بِحَيَّةٍ، فَقُمْتُ إِلَيْهَا لِأَقْتُلَهَا فَأَشَارَ إِلَيَّ أَنْ لَا تَفْعَلْ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ: تَرَى هٰذَا الْبَيْتَ أَنَّهُ كَانَ فِيهِ ابْنُ عَمٍّ لَنَا حَدِيثَ عَهْدٍ بِعُرْسٍ فَكَانَ يَسْتَأْذِنُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بِأَنْصَافِ النَّهَارِ يَرْجِعُ إِلٰى أَهْلِهِ، فَيَأْذَنُ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَأْذَنَ يَوْمًا فَأَذِنَ لَهُ وَقَالَ: «خُذْ عَلَيْكَ سِلَاحَكَ، أَخَافُ عَلَيْكَ قُرَيْظَةَ». فَأَقْبَلَ فَإِذَا بِامْرَأَتِهِ قَائِمَةٌ بَيْنَ الْبَابَيْنِ، فَتَحَ لَهَا الرُّمْحَ، فَقَالَتْ: أَكْبِبْ عَلَيْكَ رُمْحَكَ حَتَّى تَدْخُلَ فَتَنْظُرَ، فَدَخَلَ فَإِذَا بِحَيَّةٍ عَلَى الْفِرَاشِ، فَانْتَظَمَهَا بِالرُّمْحِ ثُمَّ خَرَجَ فَرَكَزَ الرُّمْحَ فِي الْحُجْرَةِ وَاضْطَرَبَتِ الْحَيَّةُ فِي رَأْسِ السِّنَانِ، وَاضْطَرَبَ الْفَتٰى فَلَمْ يُدْرَ أَيُّهُمَا أَسْرَعُ مَوْتًا، الْحَيَّةُ أَمِ الْفَتٰى. فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَجِئْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَأَخْبَرْنَاهُ وَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ! ادْعُ اللهَ أَنْ يُحْيِيَ لَنَا صَاحِبَنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اسْتَغْفِرُوا لِصَاحِبِكُمْ فَإِنَّ بِالْمَدِينَةِ جِنًّا قَدْ أَسْلَمُوا، فَإِذَا تَبَدَّا لَكُمْ مِنْهُمْ شَيْئًا فَآذِنُوهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِذَا تَبَدَّا لَكُمْ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَاقْتُلُوهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ.»

(صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب قتل الحيات وغيرها: 2236- سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في قتل الحيات: 5257)

"میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے ان کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں، کہتے ہیں کہ میں بیٹھ گیا تو مجھے گھر کے کونے میں پڑی لکڑیوں سے کچھ حرکت سنائی دی، میں نے دیکھا تو وہ سانپ تھا، میں اسے مارنے کے لیے اُٹھا تو سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ نے مجھے اشارہ کر دیا کہ نہ مارو۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے (ایک کوٹھڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا: تُو یہ گھر دیکھ رہا ہے؟ اس میں ہمارا چچازاد رہتا تھا، اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، وہ خندق کے دِنوں میں نصف النہار کے وقت رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر گھر آیا کرتا تھا اور رسول اللہ ﷺ اسے اجازت دے دیتے تھے، ایک روز اس نے اجازت لی تو آپ ﷺ نے

اجازت دے دی اور فرمایا:

”اپنا ہتھیار لے جا کیونکہ مجھے تیرے بارے میں بنو قریظہ سے خطرہ ہے (بنو قریظہ دغابازی کرکے دشمن کے ساتھ جا ملے تھے)، چنانچہ وہ آیا تو اس کی بیوی دروازے میں کھڑی تھی، اس نے اپنی بیوی کو) اس وجہ سے (مارنے کے لیے نیزہ اُٹھایا) کہ وہ باہر دروازے میں کیوں کھڑی ہے (تو اس نے کہا: اپنا نیزہ سنبھال اور اندر جا کر دیکھ (کہ میں باہر کیوں کھڑی ہوں؟) وہ اندر گیا تو اس نے دیکھا کہ بستر پر سانپ بیٹھا ہوا ہے، اس نے اسے نیزے میں ہی پرو لیا، پھر وہ باہر نکلا اور نیزہ کو ٹھڑی میں گاڑ دیا اور سانپ نیزے کے پھل پر تڑپ رہا تھا، اتنے میں وہ نوجوان بھی تڑپنے لگا، پھر پتہ نہیں پہلے کس کی موت آئی، نوجوان کی یا سانپ کی) یعنی دونوں ہی مر گئے۔

سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو یہ واقعہ بتلایا اور ہم نے عرض کیا:

اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ وہ ہمارے ساتھی کو زندہ کر دے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے ساتھی کے لیے مغفرت کی دعا کرو، مدینہ میں کچھ جن رہتے ہیں جو مسلمان ہوگئے ہیں، سو اگر ان میں سے (سانپ وغیرہ کی شکل میں) کوئی چیز تمہیں نظر آئے تو تین دِن تک اسے خبردار کرو) یعنی اسے وہاں سے جانے کے لیے کہتے رہو (لیکن اگر تین دِن کے بعد بھی وہ تمہیں نظر آئے تو اسے ماردو، کیونکہ وہ شیطان ہے۔“

سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنّ لِهَذِهِ الْبُيُوتِ عَوَامِرَ، فَمَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا فَحَرِّجُوا عَلَيْهِ ثَلَاثًا، فَمَا ظَهَرَ لَكُمْ بَعْدُ فَإِنَّهُ كَافِرٌ فَاقْتُلُوهُ»

(صحيح مسلم، كتاب الآداب، باب قتل الحيات وغيرها: 2236- سنن أبوداؤد، كتاب الأدب، باب في قتل الحيات:5258)

”یقیناً ان گھروں میں کچھ عمر رسیدہ سانپ ہوتے ہیں، سو جب تم ان میں سے کوئی دیکھو تو تین دِن تک اسے تنگ کرو، لیکن اگر اس کے بعد بھی وہ تمہیں نظر آئے تو بلاشبہ وہ کافر ہے، اسے قتل کردو۔“

تنگ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اسے اس طرح کی آوازیں دی جائیں کہ تم یہاں سے چلے جا ؤ ورنہ ہم تمہیں مار دیں گے۔ وغیرہ وغیرہ

☆☆☆

حافظ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی بے اطمینانی اور نماز میں بے سکونی کا خط اور حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ کا دلچسپ جواب!

حافظ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

”ایک بار یوں بھی ہوا کہ اطمینان و سکون جاتا رہا، نہ نماز میں سکون، نہ ذکر و تسبیح پر توجہ، اور نہ مطالعہ میں دلچسپی۔ میں نے اپنی اس کیفیت کا اظہار فوراً خط کے ذریعے سے آپ سے کر دیا اور عرض کی حضرت:

اگر باشد نصیبِ من عطا کن
تو ایں دردِ مرا بارے دوا کن

حضرت نے فوراً اس کا جواب مرحمت فرمایا اور چند اوراد و وظائف کی تلقین فرمادی، جس کی پابندی سے چند ہی ایام میں یہ کیفیت ختم ہوگئی۔ والحمد للہ ثم الحمد للہ علی ذلک

مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں اس خط کو من و عن نقل کر دوں، شاید وادیٔ احسان کے کسی مسافر کو اس سے راہنمائی حاصل ہو سکے اور وہ مبارک خط بھی دست بردِ زمانہ سے محفوظ ہو جائے۔ جسے آج تک میں نے حرزِ جاں بنائے رکھا ہے:

”عزیز محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

ذکر اللہ اور نمازِ تہجد یہ دو چیزیں ایسی ہیں، جن پر مداومت کرنے سے ان شاء اللہ مقصد حاصل ہو گا۔ تہجد کا تو آپ کو علم ہے ذکر سے بھی اگرچہ آپ واقف ہیں، مگر برائے تنبیہ کچھ عرض کرتا ہوں۔

صبح کی نماز کے بعد سو بار درود ”صلى الله علىٰ حبيبه محمد وآله وبارك وسلم“ پڑھیں۔ اس کے بعد پانچ صد مرتبہ ”بسم اللہ الرحمان الرحیم“ اس کے بعد درود مذکور سو بار پڑھ لیا کریں۔

نمازِ عصر کے بعد درود مذکور سو بار پھر ”لا حول ولا قوة إلا بالله“ پانچ صد بار،

جب سو ختم کرنا ہو تو ”لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم“ پڑھ لیا کریں۔

اس کے بعد درود مذکور سو بار پڑھیں۔ سوتے وقت آیۃ الکرسی اور البقرۃ کی آخری آیتیں:

﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ﴾ سے آخر سورت تک پڑھ لیا کریں۔ اور سورۃ آل عمران کی آیت: ﴿الم (1) اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ داہنی جانب لیٹ کر 21 بار پڑھ کر یہ نیت کر کے دل میں کہہ کر سو جائیں کہ یا اللہ جس طرح تو زندہ ہے، اسی طرح میرا دل زندہ کر۔ والباقی عند التلاقی“۔

(مقالات ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ: 4/402)

☆☆☆

اخلاق اور تواضع اختیار کیجیے

شیخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

”بلندی کی طرف جانے والے سارے راستے تواضع سے ہو کر گزرتے ہیں۔

اخلاق کی ساری خوبصورتی حق کے سامنے جھکنے اور مخلوق کے حق کی تعظیم میں ہے۔“

(الریاض الناضرۃ: ص99)

فکر و نظر

داعیان دین کے لیے گنج گراں مایہ حکمت

مولانا محمد عبد الہادی العمری

(قسط 03)

مشہور یہودی عالم عبد اللہ بن سلام کا قبول اسلام

یہود و نصاری کو قرآن مجید میں عموماً اہل کتاب سے تعبیر کیا گیا، اس کے مختلف معانی ہیں۔ ایک مشہور مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جن کے درمیان الٰہی کتاب، آسمانی پیغام نازل کیا گیا، جو پیغام ربانی کے مخاطب اولین تھے، اگر چہ کہ یہ ایک اعزاز ہے لیکن ان لوگوں نے اس اعزاز کو غلط رنگ و معانی دینے کی کوشش کی۔ ان یہودیوں میں چند نامی گرامی ہستیاں تھیں، جن کے علم و فضل کے سب قائل اور معتقد تھے۔ ان میں ایک نام عبد اللہ بن سلام کا تھا جو تورات کے ماہر اور علم و عقل میں پختہ اور فہم و فراست میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے، انہیں جب رسول اکرم ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری کی اطلاع ملی تو انہوں نے چاہا کہ کتاب مقدس میں مذکور نشانیوں کے ذریعہ آپ ﷺ کو آزمائیں کہ واقعی آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں۔ گویا آپ کی مخالفت یا تائید سے پہلے آپ کو پرکھنا چاہا، جب آپ ﷺ کے چہرہ انور پر نظر پڑی، تو آپ ﷺ کی شخصیت ان کے دل پر اثر کر گئی، تاہم اطاعت و اتباع کے فیصلہ سے قبل مزید تحقیق کرنے کا ارادہ کیا، انشراح صدر کے لیے کچھ سوالات کئے، قیامت، جنت اور خلق انسان کے متعلق جن کے بارہ میں جانتے تھے کہ صرف نبی برحق ہی ان کے درست جوابات دے سکتے ہیں، جب آپ ﷺ نے اس کے شافی و کافی جوابات دیئے تو پہلے ہی آپ ﷺ کے رخ انور کے اسیر ہو چکے تھے، اب جب جوابات بھی تسلی بخش ملے تو اعلان اسلام میں تاخیر نہیں کی، شہادتین کا اقرار کر دیا، لیکن انہوں نے خود یہ رائے دی کہ میرے قبول اسلام کی تشہیر سے پہلے یہودیوں سے میری شخصیت کی بابت کچھ دریافت کر لیا جائے اور آپ ﷺ بھی چاہتے تھے کہ تشہیر اسلام کو مناسب وقت تک کے لیے مخفی رکھا جائے، اس سے کئی فائدے متوقع تھے، اس وقت مدینہ منورہ کے گرد نواح میں کثرت سے یہودی آباد تھے، یہودیوں کی ایک نمائندہ جماعت جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے ان سے عبد اللہ بن سلام کے بارے میں استفسار فرمایا، یہودی نمائندوں نے ایک زبان ان کی نہایت تعریف کی اور کہا کہ "هو سيدنا واعلمنا." وہ ہمارے سردار اور پختہ علم رکھنے والے ہیں، ان کے مقام و مرتبہ اور فہم و فراست کی تعریف کی، پھر آپ ﷺ نے انہیں اشارہ دیا کہ آئیں اور لوگوں کے سامنے اسلام کے بارے میں خود بتائیں، ابھی تک یہودی بھی اس سے ناواقف تھے کہ ان کے سردار اور عالم خود دین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ انہوں نے جب اسلام کی حقانیت اور رسول اکرم ﷺ کی صداقت بیان کرتے ہوئے قبول حق کی اپنے لوگوں کو دعوت دی تو وہ سخت مخمصہ میں پڑ گئے کہ اب کیا کریں۔

قبول اسلام کا مطلب اپنی شکست اور رد اسلام کا معنی حقیقت کا انکار! ابھی تک یہودی نفسیاتی برتری کا شکار تھے۔ اسی برتری اور حاسدانہ جذبات کے تحت ان کی اکثریت نے قبول حق سے انکار کر دیا بلکہ دیگر کلمہ گو لوگوں سے یہی توقع لگائے بیٹھے تھے کہ وہ بھی دین کا انکار کر دیں۔﴿ حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم ﴾ (سورۃ البقرہ:109)

عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ان اوائل صحابہ میں ہیں، جنہوں نے مدینہ منورہ کے ابتدائی زمانہ میں ہی اسلام قبول کرنے کا شرف پایا، پہلے ہی سے وہ کتاب مقدس کے عالم تھے، اپنے علم و ذاتی مقام کے ذریعہ دین اسلام کی آبیاری میں اہم کردار ادا کیا۔ ایک مرتبہ زنا کی سزا کا مسئلہ در پیش تھا، یہودیوں نے اس مسئلہ میں نبی کریم ﷺ کی عدالت میں پیش ہونے کو ترجیح دی، شاید کہ دربار نبوی سے جو سزا صادر ہو وہ تورات میں ذکر کردہ سزا سے کم ہو۔ آپ ﷺ نے اپنی طرف سے فیصلہ دینے کے بجائے ان سے خود تورات کا حکم معلوم کیا، انہوں نے کچھ غلط بیانی سے کام لینا چاہا، عبد اللہ بن سلام جو تورات کے ماہر تھے انہوں نے یہودی چالاکی کو پکڑ لیا کہ مسئلہ بیان کرنے میں غلط بیانی کی جا رہی ہے۔ پھر تورات سے مسئلہ نکال کر انہیں بے نقاب کیا کہ وہاں اس جرم کی وہی سزا ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔ صادق مصدوق ﷺ نے فرمایا: دور جاہلیت میں مقام و رتبہ رکھنے والوں کے لیے اسلام میں بھی اہم مقام ہوگا، بشرطیکہ وہ دین سمجھیں اور اسلام پر ثابت قدم رہیں۔

«خِيَارُهُمْ فِي الجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الإِسْلَامِ، إِذَا فَقُهُوا» (صحیح بخاری:3353)

غزوہ احزاب اور نعیم بن مسعود کا قبول اسلام:

مسلمانوں کے خلاف غزوہ احزاب نہایت نازک اور پیچیدہ جنگ تھی۔ شوال کا مہینہ سن 5 ہجری مشرکین مکہ نے اسلام دشمن تمام قوتوں کے ساتھ یکبارگی حملہ کا منصوبہ بنایا۔ مختلف قبائل کو اس لڑائی میں شرکت پر آمادہ کر کے ایک بھاری جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ کا رخ کیا تاکہ شہر کے امن و امان کو تہہ و بالا کر کے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے پسپا کر دیا جائے، بڑی تیاری اور مکر و فریب کے ساتھ مدینہ کی جانب یہ لشکر چل پڑا، رسول اکرم ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی، آپ ﷺ نے حسب سنت دفاع کے لیے مشورہ فرمایا۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تجویز پسند کی گئی کہ مشرکین کو تقسیم کرنے کے لیے شہر کے اطراف اہم راستوں پر خندقیں کھودی جائیں، تاکہ اکٹھے وہ مدینہ پر چڑھائی نہ کر سکیں، ان کے

منتشر اور منقسم دستوں کو آسانی سے قابو کیا جاسکے گا، جنگی حکمت عملی کے اعتبار سے اس رائے کو پسند کر کے تیاری شروع کر دی گئی۔ عین موقع پر عرب کے بڑے قبیلہ غطفان کے ایک شخص نعیم بن مسعود نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا، سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک طرف خطرناک جنگ اور یلغار سے بچاؤ اور دفاع کی تیاری جاری تھی اور دوسری طرف دعوتی سرگرمیاں بھی کم نہیں ہوئی تھیں۔ نو مسلم نعیم بن مسعود ایک زیرک اور نڈر شخص تھے، مشہور قبائل میں ان کی قدر و منزلت تھی۔ آپ ﷺ نے ان کے اسلام کی تشہیر نہیں فرمائی بلکہ انہیں خفیہ مہم سونپی گئی کہ مشرکین کو آپس میں لڑانے ان کے اتحاد کو کمزور کرنے کی تدبیر اختیار کی گئی۔ مشرکین اپنی پلاننگ کے برعکس مدینہ کے باہر ہی پڑاو ڈالنے پر مجبور ہوگئے کہ اپنے منصوبہ کے مطابق وہ سب اکٹھے حملہ نہیں کر سکتے تھے اور چیدہ چیدہ دستوں کو خندق پار بھیجنے میں ان کی ہلاکت اور بربادی کا خطرہ تھا، خندق کا کوئی تجربہ نہیں تھا، یہ حربہ پہلی بار اختیار کیا جا رہا تھا، مسلمانوں کی طرف سے، ادھر نو مسلم نعیم بن مسعود اپنی خفیہ مہم میں متحرک ہوگئے۔

مشہور یہودی قبیلہ بنو قریظہ کو پہلے کمزور کیا اور غطفان سے ان کا اعتماد ختم کیا اور غطفان کا اعتماد مقامی یہودیوں سے کمزور، یوں مختلف بڑے قبائل آپس میں دوسرے کو شک کی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ فرد واحد نے مخالفین کے مضبوط جھتوں کو بے یقینی کی کیفیت سے دوچار کر دیا۔ پھر اس جنگ کا محاصرہ بھی طویل ہوتا گیا، آپس میں اعتماد مجروح ہو چکا تھا، لہٰذا بغیر کسی باقاعدہ جنگ کے انہیں واپس لوٹنے میں ہی عافیت دکھائی دی، وہ بے نیل مرام لوٹ گئے اور نبی کریم ﷺ نے اپنے جانثار صحابہ کو بشارت دی کہ اس کے بعد مشرکین عرب اجتماعی حملہ تم پر نہیں کر سکیں گے۔ نہ تمہارے خلاف اجتماعی پیش قدمی کر سکیں گے، بلکہ ہم پیش قدمی کریں گے۔

الْآنَ نَغْزُوهُمْ وَلَا يَغْزُونَنَا نَحْنُ نَسِيرُ إِلَيْهِمْ (صحیح بخاری: 4110)

سیدنا سلمان فارسی - سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہما

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہ مکہ سے ہجرت کی بلکہ اپنے پیدائشی وطن ایران سے تلاش حق کی خاطر ہجرت کر کے طویل مسافت اور کٹھن مراحل طئے کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے، جن کی بابت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

کہ اس دھرتی پر ایسے بھی کچھ لوگ ہیں، جنہیں اگر معلوم ہو کہ حق زمین پر نہیں آسمان کی بلندیوں پر ہے تو ستاروں تک کمندیں ڈال کر حق حاصل کرنے میں دریغ نہیں کریں گے۔

لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هَؤُلَاءِ (صحیح بخاری: 4897؛ صحیح مسلم:6498)

حصول حق کی خاطر انہیں بڑی قربانیاں اور طویل جد و جہد کرنی پڑی، ان تلخ و شیریں حالات سے ان کی زندگی نہایت متوازن ہو چکی تھی، ان کا ہاتھ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا گیا۔ جو شب زندہ دار، نہایت عبادت گزار، بڑی حد تک دنیا سے بے نیاز تھے، جب اپنے نو وارد بھائی کو لئے گھر پہنچے اور کچھ شناسائی بڑھی تو دیکھا کہ انصاری بھائی کی زندگی کی گاڑی کچھ غیر متوازن رخ اختیار کی ہوئی ہے، گھر کی حالت اور خاتون خانہ کی بود و باش خبر دے رہی ہے کہ یہاں زندگی گزرنے کے تقاضوں سے بڑی حد تک چشم پوشی برتی جا رہی ہے، سیدنا سلمان مہاجر رضی اللہ عنہ نے گھر کے حالات معلوم کر کے مشفقانہ انداز سے اپنے انصاری بھائی ابو درداء رضی اللہ عنہ کو زندگی میں اعتدال بر قرار رکھنے کے کچھ اداب اس انداز سے بتائے کہ ترک دنیا کی بو بھی نہ آنے پائے اور آخرت فراموشی کا احساس بھی نہ ہو۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی متوازی گفتگو اور زندگی کے سنہرے اصولوں پر رسول اکرم ﷺ نے مہر تصدیق ثبت فرمادی کہ

" صدق سلمان "

إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ (صحیح بخاری : 1968)

اپنے خالق پروردگار کا تم پر حق ہے، کچھ نفس کا حق ہے اور اہل و عیال کے حقوق ہیں، ہر ایک کا حق ادا کیا کیجیے۔ زندگی گزارنے کا یہ متوازن قاعدہ اور معتدل اصول ہیں۔

اس کو اپنا کر انسان کی زندگی بڑی پرسکون ہو جاتی ہے، یہاں نہ جوگیوں اور سنیاسیوں اور راہبوں کا اپنایا ہوا ترکِ دنیا کا تصور ہے اور نہ ہی لادین: رب بیزار، کلچر کی گنجائش ہے کہ

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

مذکورہ واقعہ سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ نو وارد مہاجر مدینہ کے انصاریوں سے صرف وصول کرنے والے ہی نہیں تھے، بلکہ جو کچھ دے سکتے دے رہے تھے، اسی حسین امتزاج سے مدنی معاشرہ تشکیل پا رہا تھا جن میں چاروں طرف سے خیر عام ہو رہا تھا، جس کی جھولی میں جو خیر تھا، وہ ڈال رہا تھا۔

انصار اور مہاجرین کے درمیان اخوت

رسول اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد جن امور کی انجام دہی میں ترجیحی بنیادوں پر پہل کی ان میں ایک اہم مسئلہ جس کا مشاہدہ چشم فلک نے روئے زمین پر پہلی بار کیا۔ وہ انصار مدینہ اور مہاجرین مکہ کے مابین اخوت اسلامی قائم کرنا تھا، مدینہ منورہ میں مختلف قبائل رہائش پذیر تھے، ان میں باہمی رقابت اور چپقلش اتنی شدید تھی کہ دو بڑے قبیلوں کے مابین جاری لڑائی اور خانہ جنگی تقریبا 120 سال چلتی رہی، تاریخ عرب میں حرب بعاث بہت مشہور ہے، جو مدینہ کے دو بڑے قبیلوں اوس اور خزرج کے درمیان جاری تھی، نو وارد مہاجرین دور جاہلیت کے پروردہ اور قدیم عربی تہذیب کے خوگر تھے ان میں باہمی جنگ و جدال، طبقاتی کشمکش اتنی زیادہ تھی کہ

وہاں یہ مقولہ مشہور تھا کہ

كذاب ربيعه أحب إلينا من صادق مضر

ربیعہ اور مضر دو بڑے قبیلے تھے، عربی اشعار اور عربوں کے درمیان رائج محاوروں اور ضرب الامثال سے ان کی تہذیب اور فکر و نظر کی عکاسی ہوتی ہے۔

کہ ربیعہ برادری کا چھوٹا شخص بھی مضر برادری کے سچے سے بہتر اور محبوب ہے۔

وہ اس تہذیب کے پروردہ اور ان عادات کے خوگر تھے۔ ایسے میں رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص سے ان کے درمیان محبت، الفت اور اخوت کا ایسا رشتہ قائم فرمایا، جس کی کوئی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی۔

﴿وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (سورۃ الانفال:63)

مدینہ منورہ میں مہاجرین اجنبی اور پردیسی تھے جو اپنے وطن، گھر بار، دھن دولت اور بعض اہل وعیال کو اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے تھے، ان نَوواردوں کے اقتصادی اور تمدنی مسائل ایسے حل فرمائے کہ ان کے لیے سرزمین مدینہ محبوب اور اس کے باشندے عزیز تر بن گئے۔ انصار مدینہ نے آنے والوں کو اپنے گلے لگایا اور اتنی محبت اور سہارا دیا کہ خونی رشتہ دار بھی مات کھا گئے، اور اپنی عظمت کے ایسے تابندہ نقوش چھوڑے کہ انصاریوں کی وارفتگی کی مثال بھی تلاش نہیں کی جاسکتی۔

سیدنا سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کے سپرد سیدنا عبد الرحمن بن عوف مکی رضی اللہ عنہ کاہاتھ تھمایا کہ آج سے تم دونوں بھائی بھائی ہو، سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ اپنے نَو وارد دینی بھائی کو گھر لے گئے اور خود سے پیشکش کی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بڑی دولت دی، باغ، کھیت، زمین سب کچھ کی فراوانی ہے، آج سے میں چاہتا ہوں کہ مال و متاع کو دو حصوں میں تقسیم کر کے نصف کے مالکانہ حقوق تمہارے حوالہ کردوں اور دل پر ہاتھ رکھ کر انصاری صحابی کے بہی خواہی کا اندازہ کیجئے کہ کہا: میری دو بیویاں ہیں، تم یہاں اجنبی ہو، شریک حیات تلاش کرنے میں کچھ دشواری ہو سکتی ہے۔

اگر تم پسند کرو تو ایک کو طلاق دے دوں تاکہ عدت گزرنے کے بعد تم اس کے ساتھ نکاح کر سکو۔ زر، زن اور زمین کی خاطر لوگ نہ خونی رشتہ داروں کو پہنچانتے ہیں اور نہ ہی اداب مروت و شرافت یا اصول و قوانین کی پاسداری کرتے ہیں اور ادھر بن مانگے سب کچھ بخشنے کی پیشکش کی جا رہی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اجنبی مہاجر سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس فیاضی کا اتنی ہی شان، بے نیازی اور خودداری سے جواب دیا کہ میرے بھائی! اللہ! تمہارے جذبہ کو قبول فرمائے، تمہیں مزید برکتوں سے ہمکنار کرے، مجھے تمہاری صرف اخلاقی مدد کی ضرورت ہے اور بس! یہاں کے بازار اور طور طریقے سے باخبر ہونا چاہتا ہوں، اس نیت کے ساتھ بازار میں قدم رکھا، ذہن تجارتی تھا۔ بازار مدینہ کے انداز سمجھتے گئے اور قدم جماتے گئے، جلد ہی اتنے خود کفیل بن گئے کہ انصاری خاتون سہلہ بنت عاصم کے ساتھ اپنے خرچ پر شادی بھی کرلی. اخوت اسلامی کا اثر اتنا گہرا ہوا کہ آپس میں رشتہ داریاں بھی قائم ہونے لگیں۔ ورنہ بعض قبائل میں دوسرے قبیلہ کے فرد کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی سے زیادہ زندہ درگور کرنے کو ترجیح دی جاتی۔ اس بھائی چارگی کا فائدہ ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ قدم قدم پر دیکھنے ہیں آرہا تھا۔

میثاق مدینہ

مدینہ منورہ اور گردو نواح کثرت سے یہودی آباد تھے۔ جہاں ان کے اپنے مسائل تھے، ان کی ریشہ دوانیاں بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کچھ کم نہ تھیں۔

دوسری طرف منافقین کی اپنی سازشیں اندرونی صفوں میں انتشار کا سبب بن گئی تھیں، مشرکین کی اپنی عداوت اور نفرت بھی عروج پر تھی۔

ان میں کسی نئی حکومت کی تشکیل جو خالص الٰہی تعلیمات کی روشنی میں ہو، انجام دینا بہت ہی پیچیدہ اور دشوار مسئلہ تھا، لیکن اس کٹھن مقصد کو آپ ﷺ نے ناخن تدبیر سے ایسے سلجھایا کہ باہمی خونریزی اور نفرت کے بجائے ایک دوسرے کے حقوق کے رکھوالے اور خیر تقسیم کرنے والے بن گئے، اس کے لیے ایک معاہدہ امن اور دستور ترتیب دیا گیا، جو کہ متمدن دنیا کا پہلا تحریری دستور ثابت ہوا جو کہ باشندگان مدینہ منورہ مسلمان یہودی اور مشرکین تمام کے حقوق کا ضامن اور سب کے لیے پروانہ امن وسلامتی ثابت ہوا۔

اس دستور کے کچھ بند ملاحظہ فرمایئے:

- اہالیان مدینہ منورہ تمام انصار و مہاجر مسلمان، غیر مسلم یہودی، نصرانی، مشرکین سب کو شہری حقوق حاصل ہوں گے۔
- ہر ایک اپنے اپنے معتقدات اور دین کی پیروی کر سکے گا۔
- ہر باشندہ کی ذمہ داری ہو گی کہ شہری امن وامان کو باقی رکھنے کی کوشش کریں اور سرحد پار سے حملہ آور کو اجتماعی انداز میں روکیں۔
- ہر باشندہ کے لیے عدل و انصاف کے برابر کے مواقع ہوں گے، یہودیوں کی جان، عزت اور مال اور دین محفوظ ہوں گے، اس کے لئے انہیں مخالفین ریاست کے ساتھ عدم تعاون کے اصول پر عمل کرنا ہو گا۔
- شہر میں امن وامان قائم کرنے کے لیے داخلی اور خارجی نزاعات اور لڑائی جھگڑے سے گریز کرنا ہو گا، اور باہمی اختلافات میں نبی کریم محمد مصطفی ﷺ کو سپریم اتھارٹی اور فیصل کے طور پر تسلیم کرنا ہو گا۔

یوں اس میثاق کے سبب مختلف مذاہب کے پیرو کاروں کو مدینہ منورہ میں امن وامان کے ساتھ زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کئے گئے، اور پہلی اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی گئی جو تمام رعایا، افراد کے لیے عدل وانصاف اور مساوات کے اصولوں پر تھی۔

☆☆☆



ماہِ سفیر شعبان

محمد زبیر کلیم (داعی، مدرس، جالیات، سعودی عرب)

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں، اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اسی کی طرف توبہ کرتے ہیں۔ ہم اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا، اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ ان پر، ان کے آل اور صحابہ پر کثرت سے سلامتی نازل فرمائے۔

حمد و ثناء کے بعد: جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اسے بچاتا ہے، اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ اس کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (سورۃ آل عمران: 102)

"اللہ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان۔"

اللہ کے بندو! یہ ایک عظیم مہینہ ہے جس میں اعمال رب العزت کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، یہ ماہِ شعبان ہے! سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! میں نے آپ کو کسی مہینے میں اتنا روزہ رکھتے نہیں دیکھا جتنا آپ شعبان میں رکھتے ہیں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

«ذَلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ النَّاسُ عَنْهُ، بَيْنَ رَجَبٍ وَرَمَضَانَ، وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ؛ فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ» (سنن نسائی: 2357)

"یہ وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہیں، رجب اور رمضان کے درمیان ہے، اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں اعمال رب العالمین کے حضور پیش کیے جاتے ہیں، تو میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزے سے ہوں۔"

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فِيهِ دَلِيلٌ على اسْتِحْبَابِ عِمَارَةِ أَوْقَاتِ غَفْلَةِ النَّاسِ بالطَّاعة، وأَنّ ذَلِكَ مَحْبُوبٌ لله." (لطائف المعارف: 131)

"اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں کی غفلت کے اوقات کو عبادت سے آباد کرنا مستحب ہے، اور یہ کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔"

شعبان کے روزے رمضان کے روزوں کی تیاری ہیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِي شَعْبَانَ."

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو رمضان کے علاوہ کسی پورے مہینے کے روزے رکھتے نہیں دیکھا اور میں نے آپ ﷺ کو کسی مہینے میں شعبان سے زیادہ روزے رکھتے نہیں دیکھا۔" (صحیح بخاری: 1868؛ صحیح مسلم: 1156)

علماء کہتے ہیں:

"صِيَامُ شَعْبَانَ: أَفْضَلُ مِنْ صِيَامِ الأَشْهُرِ الحُرُمِ؛ لِقُرْبِهِ مِنْ رَمَضَان، بِمَنْزِلَةِ السُّنَنِ الرَّوَاتِبِ مَعَ الفَرَائِضِ؛ فَيَلْتَحِقُ بِالفَرَائِضِ في الفَضْلِ."

"شعبان کے روزے، حرمت والے مہینوں کے روزوں سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں، کیونکہ یہ رمضان کے قریب ہے۔ یہ نفل عبادات کی اس حیثیت میں ہے جیسے فرض عبادات کے ساتھ سنت مؤکدہ ہوتی ہیں، پس یہ فضیلت میں فرائض سے جاملتا ہے۔" (لطائف المعارف، ابن رجب: ص 129)

شعبان رمضان کی تیاری کا مہینہ ہے، اسی لیے اس میں روزے رکھے جاتے ہیں اور صالحین قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تاکہ نفس رمضان کے لیے تیار ہو اور اللہ کی اطاعت میں مشغول ہو جائے۔ بعض سلف کہتے ہیں:

"كَانَ يُقَالُ: شَهْرُ شَعْبَانَ؛ شَهْرُ القُرَّاء."

"شعبان قاریوں کا مہینہ ہے۔" (لطائف المعارف، ابن رجب: ص 135)

جو شعبان میں محنت کرتا ہے وہ رمضان کی مٹھاس اور ایمان کا ثمر پائے گا۔ امام بلخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"شَهْرُ رَجَب: شَهْرُ البَذْرِ لِلزَّرْعِ، وَشَعْبَانُ: شَهْرُ السَّقْيِ لِلْزَّرْعِ، وَرَمَضَانُ: شَهْرُ حَصَادِ الزَّرْعِ." (لطائف المعارف، ابن رجب ص: 135)

"رجب بیج بونے کا مہینہ ہے، شعبان اسے پانی دینے کا اور رمضان فصل کاٹنے کا مہینہ ہے۔"

جس پر رمضان کے روزے باقی ہوں، اسے شعبان میں جلدی مکمل کر لینا چاہیے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"كَانَ يَكُونُ عَلَيّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ؛ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَهُ إِلَّا فِي شَعْبَانَ."

"مجھ پر رمضان کے روزوں کی قضا لازم ہوتی، تو میں انہیں شعبان کے علاوہ کسی اور وقت میں ادا نہیں کر

سکتی تھی۔" (صحیح بخاری:1950؛ صحیح مسلم:1146)

چونکہ اس مہینے میں اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں، اس لیے اعمال کو اللہ کی رضا کے مطابق بہتر بنانا چاہیے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عَمَلُ الْعَامِ: يُرْفَعُ فِي شَعْبَان، وَعَمَلُ الْأُسْبُوعِ: يُرْفَعُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ، وَعَمَلُ الْيَوْم: يُرْفَعُ فِي آخِرِه. وَعَمَلُ اللَّيْل: يُرْفَعُ فِي آخِرِه."

"سال بھر کے اعمال شعبان میں پیش کیے جاتے ہیں، ہفتے کے اعمال پیر اور جمعرات کو، اور دن کے اعمال دن کے آخر میں۔" (تہذیب السنن: 12/313)

امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"فَمَنْ كَانَ حِينَئِذٍ فِي طَاعَةٍ؛ بُورِكَ فِي رِزْقِهِ وَعَمَلِهِ."

"جو اس وقت عبادت میں ہوتا ہے، اس کے رزق اور عمل میں برکت دی جاتی ہے۔" (فتح الباری:2/37)

اللہ کے نزدیک پسندیدہ اعمال میں سب سے افضل عمل دل کو نجاستوں سے پاک کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾(سورۃ الشعراء:88-89)

"جس دن نہ مال فائدہ دے گا اور نہ بیٹے، سوائے اس کے جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آئے۔"

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"پاک دل وہ ہے جو شرک، کینہ، حسد، بخل، تکبر، دنیا اور جاہ وحشمت کی محبت سے پاک ہو۔"

سلف صالحین فرماتے ہیں:

"أَفْضَلُ الْأَعْمَال: سَلَامَةُ الصُّدُوْر."

"سب سے افضل عمل دلوں کی پاکیزگی ہے۔"

(لطائف المعارف، ابن رجب: ص139)

رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھنا جائز نہیں، سوائے اس کے کہ یہ قضا ہو یا کوئی عادتاً روزہ ہو، جیسے پیر یا جمعرات۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لا تَقَدَّمُوا رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلا يَوْمَيْنِ، إِلَّا رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمًا؛ فَلْيَصُمْهُ»

"رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو، سوائے اس کے کہ تم پہلے سے کوئی روزہ رکھتے ہو۔" (صحیح بخاری:1914؛ صحیح مسلم:1082)

شعبان کی پندرھویں رات کو مخصوص عبادت یا جشن کے بارے میں کوئی مستند حدیث موجود نہیں۔ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لَيْسَ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعبان: حديثٌ يُعَوَّلُ عَلَيه."

"پندرھویں رات کے بارے میں کوئی قابل اعتماد حدیث نہیں۔" (أحکام القرآن:4/117)

شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لَيْلَةُ النِّصفِ مِنْ شَعبان: لا تُخَصُّ بِقِيَامٍ، وَلَكِنْ إِنِ اعْتَادَ أَنْ يَقُومَ اللّيل؛ فَلْيَقُمْ لَيْلَةَ النِّصْفِ: كَغَيْرِهَا مِنَ اللّيَالي."

"نصف شعبان کی رات کو خصوصی طور پر قیام کے لیے مقرر نہیں کیا گیا، لیکن جو شخص عادتاً قیام اللیل کرتا ہو، وہ نصف شعبان کی رات کو بھی دیگر راتوں کی طرح قیام کرے۔" (فتاوی ابن عثیمین:7/280)

میں اللہ سے اپنے اور تمہارے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں، پس اس سے معافی مانگو، بے شک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ماہِ شعبان کی تکریم کرو، کیونکہ یہ رمضان کا سفیر ہے! یہ نیکیوں کی عادت ڈالنے اور برائیوں کو ترک کرنے کا موقع ہے، تاکہ خیر و برکت والے مہینے (رمضان) کے لیے تیاری کی جاسکے!

اے طویل امیدوں کے دھوکے میں رہنے والے! موت کو یاد رکھ، کیونکہ تو نہیں جانتا کہ موت کب اچانک آجائے۔

"كَمْ مِنْ مُسْتَقْبِلٍ يَوْمًا لا يَسْتَكْمِلُهُ! وَمِنْ مُؤَمِّلٍ غدًا لا يُدْرِكُهُ!"

"کتنے ہی لوگ آج کے دن کا ارادہ کرتے ہیں لیکن اسے مکمل نہیں کرپاتے، اور کتنے ہی لوگ کل کی امید کرتے ہیں لیکن اسے نہیں دیکھ پاتے۔" (لطائف المعارف، ابن رجب: ص140)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَن يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

"اور اللہ کسی نفس کو ہرگز مہلت نہیں دے گا جب اس کی اجل آجائے گی، اور اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔" (سورۃ المنافقون:11)

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرما، اور شرک اور مشرکین کو ذلت نصیب فرما۔

اے اللہ! غمزدوں کی غمخواری فرما، اور مصیبت زدوں کی مشکلات دور فرما۔

اللہ کے بندو:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيتَآءِ ذِي القُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الفَحْشَاءِ وَالمُنْكَرِ وَالبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

"بیشک اللہ انصاف کا، احسان کا، اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور ظلم سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔"

پس اللہ کا ذکر کرو وہ تمہیں یاد رکھے گا، اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو وہ تمہیں زیادہ دے گا۔

﴿وَلَذِكْرُ اللهِ أَكْبَرُ وَاللهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُون﴾

"اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔"

☆☆☆



سجدہ سہو سے متعلق

حدیث نمبر:103

عَنْ أبي جُهيم ــ عبد الله بن الحارث بن الصمة الأنصاري رضي الله عَنْه قال : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ : «لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَي الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ ــ مِنَ الإِثْمِ ــ لَكَانَ، أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرّ بَيْنَ يَدَيْهِ». قَالَ أَبُو النّضْرِ : لا أَدْرِي : قَالَ «أَرْبَعِينَ يَوْماً أَوْ شَهْراً أَوْ سَنَةً».

رواه البخاري، كتاب الصلاة، باب إثم المار بين يدي المصلي، برقم 510, ومسلم، كتاب الصلاة، باب دنو المصلي من السترة، برقم 507، وقوله: «من الإثم» لم أجدها في ألفاظ البخاري، ولا مسلم التي بين يدي.

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

حضرت ابو جہیم عبداللہ بن حارث بن صمۃ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان لے کہ اس پر کیا(گناہ، عذاب، وعید وغیرہ) ہے تو اسکے لئے چالیس تک ٹھہرنا بہتر ہے اس کا نمازی کے آگے سے گزرنے سے حضرت ابو النضر نے کہا میں نہیں جانتا کہ اس نے چالیس دن، مہینے یا سال کہا۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1 - الْمَارُّ: گذرنے والا۔

2 - بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي: نمازی کے آگے سے۔

3 - مَاذَا عَلَيْهِ: اس پر کیا ہے۔

4 - اَلْاِثْمُ : گناہ۔

5 - اَنْ يَقِفَ : ٹھہرنا۔ ان مصدر یہ ہے۔

6 - اَرْبَعِيْنَ : چالیس۔

7 - اَنْ يَمُرّ: گزرنا۔

8 - لَااَدْرِيْ : میں نہیں جانتا۔

حدیث مبارکہ سے حاصل مسائل اور احکام

1۔ نمازی کے سامنے سے گذرنا سخت منع ہے۔

2۔ نمازی کا راستوں اور گذر گاہوں پر نماز پڑھنا منع ہے، اِلا یہ کہ بہت مجبوری ہو، مجبوری کی صورت میں اپنے سامنے سترہ رکھنے کا اہتمام و التزام کرے اور سترہ کے باہر سے گذرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ سترہ اور نمازی کے درمیان سے گذرنا منع ہے نمازی کو چاہیے کہ وہ گذرنے والے کو پہلے نرمی سے روکے نہ رکنے کی صورت میں سختی سے روکے۔

3۔ حدیث مبارکہ میں چالیس کے عدد کا مقصد معاملے کی سنگینی ہے، ظاہر ہے کہ کوئی بھی چالیس دن، مہینے، یا سال تک کھڑا نماز نہیں پڑھتا ہے اس سے مقصود اس عمل سے رکنا اور باز آنا ہے۔

4۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاذ عبداللہ بن یوسف سے انہوں نے اپنے استاذ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے ابو النضر عمر بن عبید اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن خالد نے حضرت بسر بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ ان سے پوچھیں کہ انہوں نے نمازی کے آگے سے گزرنے کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے تو سیدنا بسر بن سعید رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابو جہیم رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی اور بیان کی اور اس میں چالیس دن، مہینہ، سال کا واضح ذکر کیا مگر سیدنا ابو النضر رحمۃ اللہ علیہ بھول گئے کہ چالیس دن، مہینہ یا سال میں سے کیا کہا اور پھر انہوں نے اسی طرح بیان کر دیا جس طرح یاد رکھا یہ ان کی کمال امانت و دیانت ہے اور یہ آج کل کے بھی اہل علم اور اہل ایمان کا طرہ امتیاز ہونا چاہیے۔ البتہ بعض ضعیف روایات میں اربعین خریفا یعنی چالیس سال کا ذکر آیا ہے۔

5۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کی وعید اہل مکہ یا مسجد الحرام کے لیے نہیں ہے جبکہ یہ درست نہیں ہے یہ حکم سب کے لیے ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اہل مکہ کے لیے سترہ رکھنے کا باب بھی قائم کیا اور ان لوگوں کا رد کیا ہے جو یہ سمجھتے ہیں یہ حکم مسجد الحرام کے لیے نہیں ہے۔ حتی المقدور اور حتی الامکان حرم سمیت کسی بھی جگہ مسجد وغیرہ میں نمازی کے آگے سے نہیں گذرنا چاہیے الا یہ کہ کوئی انتہائی مجبوری ہو جیسے حرم میں بھیڑ اور ازدھام کی وجہ سے ہوتا ہے۔

6۔ حدیث میں لفظ من الاثم کو بریکٹ میں لکھا گیا ہے کیونکہ یہ الفاظ بخاری اور مسلم میں نہیں ہیں بلکہ یہ مصنف ابن ابی شیبہ کے الفاظ ہیں اور اہل علم نے ان کو کسی راوی کی طرف سے ماذا علیہ (گذرنے والے پر کیا ہے) کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

7۔ اس حدیث مبارکہ سے نمازی کے احترام کا بھی پتا چلتا ہے۔ حتی کہ اس سے آگے سے گذرنا بھی سخت منع ہے چہ جائیکہ کوئی اس کو تکلیف یا نقصان پہنچائے۔ واللہ اعلم بالصواب

حدیث نمبر:104

عَنْ أَبي سعيد الخدري رضي الله عَنْه، قال : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ : «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ، فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْهُ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ».

رواه البخاري، كتاب الصلاة، باب يرد المصلي من مر بين يديه، بلفظه، برقم 509، ومسلم، كتاب الصلاة، باب منع المار بين يدي المصلي، برقم 259- (505)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب کوئی شخص کسی چیز کو آڑ (سترہ) بنا کر نماز ادا کر رہا ہو پھر بھی کوئی شخص (جان بوجھ کر) اسکے سامنے سے گذرنے کی کوشش کرے تو اسے روک دینا چاہیے اور اگر پھر بھی اسے گذرنے پر اصرار ہو تو اس سے لڑنا چاہیے (تاکہ وہ گذرنے سے رک جائے) کیونکہ وہ شیطان ہے۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1 - اِذَا صَلّٰى: جب نماز پڑھتا ہے۔

2 - اَحَدُكُمْ: تمہارا ایک۔

3 - اِلَى شىء يَسْتُرُهُ: کسی چیز کو سترہ (آڑ، رکاوٹ) بناتا ہے۔

4 - مِنَ النَّاسِ: لوگوں سے۔

5 - اَنْ يَجْتَازَ: گذرنا۔

6 - بَيْنَ يَدَيْهِ: اسکے سامنے سے۔

7 - فَلْيَدْفَعْهُ: چاہیے کہ اسے دھکیلے، روکے۔

8 - فَلْيُقَاتِلْهُ: پھر چاہیے کہ اس سے لڑے۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ نمازی کو چاہیے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے اپنے سامنے سترہ رکھ لے۔ سترہ کا حکم راجح قول کے مطابق سنت مؤکدہ مستحبہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سے سترہ کے بغیر بھی نماز پڑھنا ثابت ہے اس مفہوم کی حدیث کو امام ابو بکر البزار رحمہ اللہ نے اپنی مسند البزار میں ذکر کیا اور اہل علم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اسی طرح تابعی عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سترہ کے بغیر بعض دفعہ نماز پڑھتے اور ان کے اس عمل کو امام ابن شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی مصنف ابن ابی شیبہ میں ذکر کیا ہے۔ البتہ اس موضوع پر تمام احادیث کے مجموعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سترہ رکھنے کا حکم تاکیدی ہے اور یہ سنت مؤکدہ مستحبہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

2۔ سترے اور نمازی کے درمیان سے یا مطلقا نمازی کے سامنے سے گذرنا کبیرہ گناہ ہے۔

3۔ نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کو ہاتھ کے اشارے سے روکا جائے اگر اشارہ کافی نہ ہو تو اسے روکنے میں سختی برتی جاسکتی ہے اس کو دھکا وغیرہ دیا جا سکتا ہے بشرطیکہ نماز کے خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو کیونکہ گذرنے والے کو روکنے کا ایک مقصد اپنی نماز کی حفاظت ہے اور اگر سختی برتنے سے نماز مزید خراب ہو تو پھر ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔

4۔ نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کو روکنے میں ایک حکمت یہ ہے کہ گذرنے والا گناہ سے محفوظ ہو جائے گا اور یہ اس کے ساتھ خیر خواہی ہے۔

5۔ نمازی کا حق ہے کہ اس کے سامنے سے کوئی نہ گذرے اور جو کوئی کسی کے حق کو پامال کرے تو جس کا حق ہے اس کو اپنا حق لینے کا پورا حق ہے۔

6۔ سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کے اس واقعے کو امام بخاری رحمہ اللہ نے دو سندوں سے بیان کیا۔ وہ سندیں یہ ہیں :

حدثنا ابو معمر، قال: حدثنا عبد الوارث، قال: حدثنا يونس، عن حميد بن هلال، عن أبي صالح، أن أبا سعيد، قال: قال النبي ﷺ. ح وحدثنا آدم بن ابي إياس قال: حدثنا سليمان بن المغيرة، قال: حدثنا حميد بن هلال العدوي، قال: حدثنا أبو صالح السمان، قال: رأيت أبا سعيد الخدري...

7: اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کیا۔ باب يرد المصلي من مر بين يديه۔ کہ نمازی اپنے سامنے سے گذرنے والے کو روکے گا۔ یعنی نمازی کے سامنے سترہ ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں روکے گا بشرطیکہ کہ گذرنے والا سترے اور نمازی کے درمیان سے یا مطلقا نمازی کے قریب سے گذرے۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں یہ حکم صرف سترہ رکھنے والے کے لیے ہے اگر بغیر سترہ کے کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو پھر سامنے سے گذرنے والے کو گناہ نہیں ہے۔

8۔ اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل تعلیقا (یعنی بغیر سند کے) بیان کیا جس میں یہ ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کعبہ میں اپنی تشہد کے دوران سامنے سے گذرنے والے کو روکا اس سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں نمبر ایک کہ سترہ کا حکم کعبہ میں بھی ہے اور دوسرا تشہد میں ہونے کے باوجود سامنے سے گذرنے والے کو حتی الوسع روکا جائے گا۔

9۔ نماز کے دوران اس طرح کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی ہے۔

10۔ اس حدیث میں سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے جس شخص کو اپنی نماز کے دوران دھکا دے کر روکا تھا وہ ان کا اپنا بھتیجا تھا اور بھتیجے نے دو بار گذرنے کی

کوشش کی اور دونوں بار ان کے چچا جناب سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے انہیں سختی سے روکا اور پھر وہ رک گئے۔ اسی طرح ہر اس شخص کو رک جانا چاہیے جس کو نمازی اپنے سامنے سے گذرنے سے روکے۔

11۔ گزرنے والے کو شیطان اس لیے کہا گیا کہ وہ اللہ اور بندے کے درمیان حائل ہونے کی کوشش کرتا ہے تاکہ مناجات کے تعلق کو ختم یا کم کردے جو شیطان کا کام ہے۔ یا اس لیے کہ اس شخص کو نمازی کے سامنے سے گذرنے پر شیطان اکساتا ہے۔

12۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ شیطان کا بھی عمل ہے۔ یعنی وہ بھی عمل کرتا ہے۔

13۔ سترہ رکھنے سے یا نماز کے دوران اپنے سامنے سے گذرنے والے کو روکنا اس لیے بھی اہم ہے کیونکہ اس سے نماز کا اجر وثواب کم ہوجاتا ہے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی کا نمازی کے آگے سے گذرنا اس قدر منحوس ہے کہ اس سے نصف اجر کی کمی ہوجاتی ہے۔

اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر نمازی کو پتہ چل جائے کہ اس کے آگے سے گزرنا کس قدر ثواب کی کمی کا باعث ہے تو کبھی سترے کے بغیر نماز نہ پڑھے۔ اور یہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے۔

☆☆☆

مقام شوق فاطمہ بتول

بانوئے بو تراب و جگر گوشۂ رسولؐ
ہیں میر کاروانِ زناں فاطمہؓ بتول
تن سے کسی کو پیار کسی کو ہے من عزیز
مجھ کو عزیز میرا خدا اور مرا رسولؐ
وہ زندگی ہو قابل صد رشک کس طرح؟
مقصد ہے جس کا کوئی نہ جس کا کوئی اصول
حالِ تباہ امت مرحوم دیکھ کر
ہے میرا دل افسردہ و رنجیدہ وملول
آگے ہے عرش وسدرہ سے اس کا مقامِ شوق
دنیائے دوں ہے پائے مسلماں کی گرد، دھول
ہیں خار ہائے رنج ومصیبت بھی بے شمار
گلزارِ زندگی میں نہیں عیش ہی کے پھول
گل چیں ہی باغباں ہو تو پھر اس کی فکر کیا
کھلتے ہیں پھول، باغ میں اگتے ہیں یا ببول
شاداں ہو جس پر دل جسے رحمت نصیب ہو
وہ پھول بھی ہے کتنا حسین وجمیل پھول
اخلاص کی متاعِ گراں مایہ جب نہ ہو
گفتار بھی عبث ہے، تو کردار بھی فضول
ارضِ وطن میں بھی وہ غریب الدیار ہے
حماد کو پسند ہے یوں گوشۂ خمول

ابو البیان حماد عمری

وفات

باکمال شاعر ادیب، صحافی وتنقید نگار، معلم، جناب ڈاکٹر تابش مہدی دہلوی اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے

ڈاکٹر تابش مہدی 1951ء کو بھارت میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے پرتاب گڑھ کے جونیئر پرائمری سکول کا امتحان پاس کیا، تجوید وقراءت سبعہ انہوں نے مدرسہ سبحانیہ الہ آباد اور مدرسۃ تعلیم القرآن حسن پور مراد آباد سے پاس کیا۔

انہوں نے عربی وفارسی بورڈ الہ آباد سے مولوی عربی، فارسی اور کامل فارسی کا امتحان پاس کیا۔ جامع دینیات دیوبند سے عالم دینیات کا اردو کا امتحان پاس کیا۔ اخیر میں 1989ء میں آگرہ یونیورسٹی سے ایم اے اردو اور 1997ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے اردو تنقید میں پی ایچ ڈی کیا، ان کے اساتذہ سخن میں جناب عامر عثمانی بھی شامل ہیں۔ پسماندگان میں دو فرزند شاہ دانش فاروق فلاحی اور شاہ اجمل فاروق ندوی اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ سب فرزند اور دختر اعلیٰ تعلیم وتربیت سے آراستہ وپیراستہ ہیں۔ ایک بیٹی ابوالکلام آزاد یونیورسٹی حیدر آباد دکن میں شعبہ عربی کی پروفیسر ہیں۔

ڈاکٹر تابش مہدی کی ساری زندگی صحافت اور درس وتدریس میں گزری گئی۔ ان کے چند اعزازات یہ ہیں:

حضرت حسان ایوارڈ، کل ہند حمد ونعت اکاڈمی دہلی 2005ء، نشان رادو، اردو اکاڈمی نیپال 2013ء، راسخ عظیم آبادی ایوارڈ، دہلی 2015ء، علامہ اقبال عالمی ایوارڈ برائے شعر وادب، اردو ڈیویلپمنٹ آرگنائزیشن آف انڈیا 2021ء۔

قلمی وادبی زندگی تصانیف: ڈاکٹر تابش مہدی کی پچپن (55) مطبوعہ تصانیف موجود ہیں، جن میں چند حسب ذیل ہیں: نقش اول، لمعات حرم، سرور حجاز، تعبیر، سلسبیل، کنکر بولتے ہیں، صبح صادق، طوبیٰ، غزل نامہ، مشک غزالاں، رحمت تمام، دانائے سبل۔

ڈاکٹر تابش مہدی وقفہ وقفہ سے برطانیہ آتے رہے اور ان کے اعزاز میں مختلف شہروں میں مشاعرے منعقد ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اچھا سا ترنم عطا فرمایا تھا۔ جس سے وہ مشاعروں میں ایک سماں باندھ دیتے تھے، ان کی وفات ان کے وطن دہلی میں ہوئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔

ان کی وفات پر مولانا محمد عبدالہادی العمری، مولانا محمد حفیظ اللہ خان المدنی، مولانا شعیب احمد میرپوری، قاری ذکاء اللہ سلیم، مولانا شیر خان جمیل احمد عمری، برادر ثاقب، مولانا محمد ابراہیم میرپوری، محمد فاروق نسیم، عبدالرشید چغتائی، خواجہ محمد عارف، افتخار احمد جگنو، ملک فضل حسین، ڈاکٹر خرم بشیر امین، عجائب خان، محمد اقبال بھٹی، ڈاکٹر عبدالرب ثاقب اور دیگر شعراء کرام وعلماء وقائدین جمعیہ نے ان کے فرزند سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر تابش مہدی کی نیکیوں کو قبول فرمائے اور ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

موت سے کس کو رستگار ہے
آج وہ، کل ہماری باری ہے



إنّ الْحَمْدَ لِلّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، مَنْ يَهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنّ مُحَمّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

أَمّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشّيْطانِ الرّجِيمِ

بِسمِ اللهِ الرحمن الرحيم

﴿أَرَأَيْتَ مَنِ اتّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا﴾ (سورۃ الفرقان:43)

"کبھی تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا ہو؟ کیا تم ایسے شخص کو راہ راست پر لانے کا ذمہ لے سکتے ہو۔"

عربی زبان میں 'ھوا' خواہش کو کہتے ہیں اور 'ھوا' کے معنی پستی کی طرف اترنا ہے۔ یعنی جب انسان ہوائے نفس کی پیروی شروع کر دیتا ہے تو انتہائی گہرائیوں میں گرتا چلا جاتا ہے اور آخر کار یہ راستہ اسے جہنم میں لے جاتا ہے۔

یاد رکھیں! انسان اپنے ظاہری دشمنوں سے بچنے کی تدابیر بنالیتا ہے لیکن اس کا باطنی دشمن اس کو اتنا نقصان پہنچا جاتا ہے کہ اسے خبر تک نہیں ہوتی۔ ظاہری دشمن تو صرف انسان کی جان کے دشمن ہوتے ہیں لیکن باطنی دشمن انسان کے ایمان تک کو برباد کر دیتا ہے جو جان سے بہت زیادہ قیمتی اور عزیز ہے۔

نفسانی خواہشات کے دنیوی واخروی نقصانات

انصاف کے علمبردار بنو، خواہشات کے تابع نہ بنو:

خواہشات کی پیروی نہ کرنے کا رب تعالیٰ نے حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَن تَعْدِلُوا ۚ وَإِن تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾ (النسا:135)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو، اگر چہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ لہٰذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو۔ اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ کو اس کی خبر ہے۔"

خواہشات کے تابع کو اپنا برا عمل خوشنما لگتا ہے:

جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُم ﴾

"بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ جو اپنے رب کی طرف سے ایک صاف و صریح ہدایت پر ہو، وہ ان لوگوں کی طرح ہو جائے جن کے لیے ان کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیروکار بن گئے ہیں؟" (سورۃ محمد:14)

خواہشات کا تابع ظالم ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ﴾

"تم ان اہل کتاب کے پاس خواہ کوئی نشانی لے آؤ ممکن نہیں کہ یہ تمہارے قبلے کی پیروی کرنے لگیں، اور نہ تمہارے لیے یہ ممکن ہے کہ ان کے قبلے کی پیروی کرو، اور ان میں سے کوئی گروہ بھی دوسرے کے قبلے کی پیروی کے لیے تیار نہیں، اور اگر تم نے اس علم کے بعد، جو تمہارے پاس آچکا ہے، ان کی خواہشات کی پیروی کی تو یقیناً تمہارا شمار ظالموں میں ہو گا۔" (سورۃ البقرۃ:145)

خواہشات کا تابع اپنی خواہش کو الٰہ بناتا ہے:

ہم اللہ کی باتیں اس لیے مانتے ہیں کہ وہ ہمارا رب ہے اور یاد رکھیں! جو اللہ کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کے پیچھے لگے، اس نے اللہ کے بجائے اپنی خواہشات کو اپنا رب بنا رکھا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا﴾ (سورۃ الفرقان:43)

"کبھی تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا ہو؟ کیا تم ایسے شخص کو راہ راست پر لانے کا ذمہ لے سکتے ہو۔"

خواہش نفس کا خدا بنا لینے سے مراد اس کی بندگی کرنا ہے، اور یہ بھی حقیقت کے اعتبار سے ویسا ہی شرک ہے، جیسا بت کو پوجنا یا کسی مخلوق کو معبود بنانا۔

امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جس انسان پر خواہشات غالب آگئی ہوں، اور وہ

شہوات کے پیچھے پڑا ہو، اس کے لیے توفیق کے راستے بند کر دیے جاتے ہیں۔" (روضۃ المحبین: ص479)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

"إِذَا حَارَ وَهْمُكَ فِي مَعْنَيَيْنِ وَأَعْيَاكَ حَيْثُ الْهَوَى وَالصَّوَابِ فَدَعْ مَا هَوَيْتَ فَإِنَّ الهوى يَقُوْدُ النَّفْسَ إِلَى مَا يُعَابُ."

"جب تمہارا ذہن دو چیزوں میں سے ایک کے اختیار کرنے میں حیران ہو اور خواہش نفس اور صواب تمہیں تھکا دیں (کہ کونسی چیز اختیار کی جائے)۔ تو جس چیز کی تمہیں خواہش ہو رہی ہے، اسے چھوڑ دو۔ بے شک خواہشات نفس کو اس چیز کی طرف لے جاتی ہیں جو انسان کے لیے عیب والی ہوتی ہے۔"

(بہجۃ المجالس وأنیس المجالس: ص171)

خواہشات کے تابع خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں:

ظاہر ہے جو شخص خود گمراہ ہے، وہ دوسروں کے لیے بھی گمراہی پھیلانے کا کام کرے گا اور سب سے بڑا گمراہ تو وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کے بجائے اپنے نفس کی باتیں مانتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِن قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ﴾(سورۃ المائدۃ:77)

"کہو، اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور "سواء السبیل" سے بھٹک گئے۔"

خواہشات کے تابع ہدایت یافتہ نہیں ہوتے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ ۚ قُل لَّا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴾ (سورۃ الانعام:56)

"اے محمد (ﷺ)، ان سے کہو کہ تم لوگ اللہ کے سوا جن دوسروں کو پکارتے ہو، ان کی بندگی کرنے سے مجھے منع کیا گیا ہے۔ کہو، میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کروں گا، اگر میں نے ایسا کیا تو گمراہ ہو گیا، راہِ راست پانے والوں میں سے نہ رہا۔"

خواہشات پرست گمراہ کن باتیں کرتے ہیں:

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴾(سورۃ الانعام:119)

"آخر کیا وجہ ہے کہ تم وہ چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، حالانکہ جب چیزوں کا استعمال حالتِ اضطرار کے سوا دوسری تمام حالتوں میں اللہ نے حرام کر دیا ہے، ان کی تفصیل وہ تمہیں بتا چکا ہے۔ بکثرت لوگوں کا حال یہ ہے کہ علم کے بغیر محض اپنی خواہشات کی بنا پر گمراہ کن باتیں کرتے ہیں، ان حد سے گزرنے والوں کو تمہارا رب خوب جانتا ہے۔"

خواہشات کے تابع آیات کو جھٹلاتے اور قیامت کا انکار اور شرک کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا ۖ فَإِن شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُم بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ﴾(الانعام : 150)

"ان سے کہو کہ لاؤ اپنے وہ گواہ جو اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ ہی نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے۔ پھر اگر وہ شہادت دے دیں تو تم ان کے ساتھ شہادت نہ دینا، اور ہرگز ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلنا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے اور جو آخرت کے منکر ہیں اور جو دوسروں کو اپنے رب کا ہمسر بناتے ہیں۔"

خواہشات کا تابع طالبِ دنیا ہے اور اس کی مثال کتے کی مثال ہے:

اللہ تعالیٰ نے خواہش پرست کی ایک گندے ترین جانور کتے کے ساتھ مثال دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ۚ ذَّٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾

(سورۃ الاعراف:176)

"اگر ہم چاہتے اسے ان آیتوں کے ذریعہ سے بلندی عطا کرتے، مگر وہ تو زمین کی طرف جھک کر رہ گیا اور اپنی خواہش نفس ہی کے پیچھے پڑا رہا، لہٰذا اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ تم اس پر حملہ کرو، تب بھی زبان لٹکائے رہے اور اسے چھوڑ دو، تب بھی زبان لٹکائے رہے۔ یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ تم یہ حکایات ان کو سناتے رہو، شاید کہ یہ کچھ غور و فکر کریں۔"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ خواہش پرست کا ایمان جاتا رہتا ہے اور جس کا ایمان ہی ختم ہو گیا اس کے پلے بھلا اور کیا ہو سکتا ہے!

ایک آدمی بیت اللہ میں طواف کر رہا تھا، اس نے ایک خوبصورت عورت کو دیکھا تو اس کے پہلو میں جا کر کہنے لگا:

اهوى هَوَى الدِّينِ وَاللَّذاتُ تُعْجِبُنِي

فَكَيْفَ لِي بِهَوَى اللَّذَاتِ وَالدِّينِ

"میں دین کی خواہشات میں مست ہوں، اور لذتیں مجھے بھلی لگتی ہیں۔ تو میں کیسے لذتوں کی خواہشات اور دین کو ایک ساتھ جمع کر سکتا ہوں۔"

اس پر وہ عورت کہنے لگی:

"ان میں سے ایک کو چھوڑ دے دوسری کو پالے گا۔ خواہش پرستی اور دین کو ایک وقت میں جمع کرنا ممکن نہیں۔" (روضۃ المحبین: ص479)

خواہشات کا تابع اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل اور اسکا کام افراط و تفریط پر مبنی ہوتا ہے:

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾ (سورۃ الکھف:28)

"اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلب گار بن کر صبح و شام اسے پکارتے ہیں، اور ان سے ہر گز نگاہ نہ پھیرو۔ کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟ کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریق کار افراط و تفریط پر مبنی ہے۔"

خواہشات کا تابع نماز کو ضائع کرتا ہے:

نماز تو اللہ کی بندگی ہے اور خواہش پرست بندگی کی طرف کسی طور پر بھی نہیں آتا، لہٰذا خواہش پرست اپنی نمازیں اور دیگر اعمال خیر ضائع کر دیتا ہے:

﴿فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ ۖ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ (سورۃ مریم:59)

"پھر ان کے بعد وہ ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفس کی پیروی کی، پس قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں۔"

خواہشات کا تابع قیامت کی پرواہ نہیں کرتا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَن لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدَىٰ﴾ (سورۃ طہ:16)

"پس کوئی ایسا شخص جو اس پر ایمان نہیں لاتا اور اپنی خواہش نفس کا بندہ بن گیا ہے، تجھ کو اس گھڑی کی فکر سے نہ روک دے، ورنہ تو ہلاکت میں پڑ جائے گا۔"

یہی وجہ ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"إِنَّمَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ اثْنَتَيْنِ: طُولَ الْأَمَلِ، وَاتِّبَاعَ الْهَوَى."

"میں تمہارے بارے میں دو چیزوں سے ڈرتا ہوں:

1۔ لمبی امیدیں۔ 2۔ خواہشات کی پیروی

"فَإِنَّ طُولَ الْأَمَلِ يُنْسِي الْآخِرَةَ، وَإِنَّ اتِّبَاعَ الْهَوَى يَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَإِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَرَحَّلَتْ مُدْبِرَةً، وَإِنَّ الْآخِرَةَ مُقْبِلَةٌ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بَنُونَ، فَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ، فَإِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ، وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلَ."

"بے شک لمبی امیدوں سے آخرت بھول جاتی ہے اور خواہشات کی پیروی اتباع حق سے روکتی ہے۔ بے شک دنیا منہ موڑ کر چل پڑی ہے اور آخرت سامنے سے آرہی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی اولاد (یعنی حصہ) ہے۔ پس تم آخرت والے بنو۔ اس لیے کہ آج کے دن عمل ہے کوئی حساب و کتاب نہیں اور کل کو حساب دینا ہے، پھر کوئی عمل نہیں کیا جاسکے گا۔"

(مصنف ابن ابی شیبہ: 34495)

خواہشات کا تابع اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ (سورۃ ص:26)

"(ہم نے اس سے کہا) اے داؤد! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، لہٰذا تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کر اور خواہش نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں، یقیناً ان کے لیے سخت سزا ہے کہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے۔"

خواہشات کے تابع پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے:

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ (سورۃ الجاثیہ:23)

"پھر کیا تم نے کبھی اس شخص کے حال پر بھی غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنالیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہی میں پھینک دیا اور اس کے دل اور کانوں پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا؟ اللہ کے بعد اب اور کون ہے جو اسے ہدایت دے؟ کیا تم لوگ کوئی سبق نہیں لیتے؟"

اللہ کی ہدایت چھوڑ کر خواہشات کا تابع اللہ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ

وَلَا نَصِيرٍ ﴾ (سورۃ البقرۃ:120)

”یہودی اور عیسائی تم سے ہر گز راضی نہ ہونگے، جب تک تم ان کے طریقے پر نہ چلنے لگو، صاف کہہ دو کہ راستہ بس وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے۔ ورنہ اگر اس علم کے بعد جو تمہارے پاس آچکا ہے، تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، تو اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی دوست اور مدد گار تمہارے لیے نہیں ہے۔“

خواہشات کا تابع اپنے وہم و گمان کا مرید ہے:

چونکہ وہ اللہ کی باتیں ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تو پھر اس کا گمان ہی اس کا رب ہوتا ہے اور وہ صرف اپنے گمان کی پیروی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا أَنزَلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ﴾ (سورۃ النجم :23)

”دراصل یہ کچھ نہیں ہیں مگر بس چند نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیئے ہیں! اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ محض وہم و گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور خواہشات نفس کے مرید بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔“

جو شخص اپنی خواہش کو عقل کے تابع رکھتا ہو اور عقل سے کام لے کر فیصلہ کرتا ہو کہ اس کے لیے صحیح راہ کون سی ہے اور غلط کونسی، وہ اگر کسی قسم کے شرک یا کفر میں مبتلا بھی ہو تو اس کو سمجھا کر سیدھی راہ پر لایا جاسکتا ہے، اور یہ اعتماد بھی کیا جاسکتا ہے کہ جب وہ راہ راست اختیار کرنے کا فیصلہ کر لے گا تو اس پر ثابت قدم رہے گا۔ لیکن نفس کا بندہ اور خواہشات کا غلام ایک شتر بے مہار ہے۔ اسے تو اس کی خواہشات جدھر جدھر لے جائیں گی وہ ان کے ساتھ ساتھ بھٹکتا پھرے گا۔ اس کو سرے سے یہ فکر ہی نہیں ہے کہ صحیح و غلط اور حق و باطل میں تمیز کرے اور ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کرے۔ پھر بھلا کون اسے سمجھا کر راستی کا قائل کر سکتا ہے۔ اور بالفرض اگر وہ بات مان بھی لے تو اسے کسی ضابطہ اخلاق کا پابند بنا دینا تو کسی انسان کے بس میں نہیں ہے۔

خواہش پرستی دنیوی زندگی تنگ ہونے اور اور لوگوں کی دشمنی کا سبب

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں کے مابین پھیلی ہوئی دشمنی، عداوت، شر اور حسد کی اصل بنیاد خواہش پرستی ہے۔ جو کوئی اپنے نفس کی مخالفت کرتا ہے، وہ اپنے دل، بدن، اعضاء و جوارح کو آرام پہنچاتا ہے، خود بھی آرام میں ہوتا ہے اور دوسرے بھی اس سے راحت پاتے ہیں، اور جو کوئی خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے، وہ انتہائی تنگی کی زندگی بسر کرتا ہے، لوگ اسے ناپسند کرتے ہیں اور وہ لوگوں کو ناپسند کرتا ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اپنے نفسوں کو خواہشات کی پیروی سے روک کر رکھو۔ بے شک خواہشات کی پیروی شر کے آخری درجہ کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ بے شک حق بات وزنی اور کڑوی ہوتی ہے اور باطل خفیف اور من پسند ہوتا ہے۔ کسی گناہ کا ترک کر دینا اس پر توبہ کر کے اس کا علاج کرنے سے بہتر ہے اور بیشتر اوقات نظر انسان کے دل میں شہوت کے بیج ہوتی ہے اور ایک گھنٹے کی شہوت پرستی ایک لمبے زمانہ کے لیے حزن وملال کا سبب بنتی ہے۔“ (البیان والتبیین: ص454)

ابو بکر الوراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”جب خواہشات نفس غالب آجائیں تو دل سیاہ ہو جاتا ہے، اور جب دل میں سیاہ ہو جائے تو انسان کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے۔ جب انسان کا دل تنگ ہو جائے تو پھر اس کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ جب اخلاق خراب ہو جائیں تو لوگ اس سے بغض رکھتے ہیں۔ جب لوگ اس سے بغض رکھیں تو وہ بھی لوگوں سے بغض رکھتا ہے۔“ (ذم الهوی: ص29)

خواہش پرستی باعث ہلاکت:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ

تین چیزیں ہلاکت خیز ہیں: "فَهَوًى مُتَّبِعٌ، وَشُحٌّ مُطَاعٌ، وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ."

1۔ اطاعت کیا گیا بخل 2۔ اور خواہشات جن کے پیچھے چلا جائے۔ 3۔ اور انسان کا اپنے آپ کو اچھا لگنا (خود پسندی)۔ (شعب الایمان: 6865)

سیدنا وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"أَعْوَنُ الْأَخْلَاقِ عَلَى الدِّينِ الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا، وَأَوْشَكُهَا رَدًى اتِّبَاعُ الْهَوَى، وَمِنَ اتِّبَاعِ الْهَوَى الرَّغْبَةُ فِي الدُّنْيَا، وَمِنَ الرَّغْبَةِ فِي الدُّنْيَا حُبُّ الْمَالِ وَالشَّرَفِ، وَمِنْ حُبِّ الْمَالِ وَالشَّرَفِ اسْتِحْلَالُ الْمَحَارِمِ، وَمِنَ اسْتِحْلَالِ الْمَحَارِمِ يَغْضَبُ اللهُ، وَغَضَبُ اللهِ الدَّاءُ الَّذِي لَا دَوَاءَ لَهُ إِلَّا رِضْوَانَ اللهِ، وَرِضْوَانُ اللهِ دَوَاءٌ لَا يَضُرُّ مَعَهُ دَاءٌ، وَمَنْ يُرِيدُ أَنْ يُرْضِيَ رَبَّهُ يُسْخِطُ نَفْسَهُ، وَمَنْ لَا يُسْخِطْ نَفْسَهُ لَا يُرْضِي رَبَّهُ، إِنْ كَانَ كُلَّمَا ثَقُلَ عَلَى الْإِنْسَانِ شَيْءٌ مِنْ دِينِهِ تَرَكَهُ أَوْشَكَ أَنْ لَا يَبْقَى مَعَهُ شَيْءٌ ." ”دینی اخلاق پر سب سے بڑے مددگار وہ لوگ ہیں جو اس دنیا سے بے رغبت ہیں، اور سب سے ردی اور بے کار لوگ خواہشات نفس کے پجاری ہیں۔ خواہش پرستی میں دنیا کی رغبت ہے اور دنیا کی رغبت میں سے مال و شرف کی محبت ہے اور مال و شرف کی محبت میں حرام کو حلال جاننا ہے۔ اللہ تعالیٰ

کی حرام کردہ چیزوں کو حلال جاننا اللہ تعالیٰ کو غضبناک کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا غضب وہ بیماری ہے جس کی کوئی دوا نہیں، سوائے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے، اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ایسی دوا ہے جس کے ساتھ کوئی بیماری نقصان نہیں دے سکتی اور جو کوئی یہ چاہتا ہو کہ اپنے رب کو راضی کرلے، اسے اپنے نفس کو ناراض کرنا سیکھ لے اور جو کوئی اپنے نفس کو ناراض نہ کرسکے، وہ اپنے رب کو راضی نہیں کرسکتا اور جب بھی (کسی) انسان پر کوئی دینی چیز گراں گزرتی ہے، اور وہ اس کو چھوڑ دیتا ہے تو قریب ہے کہ دین میں سے کچھ بھی اس کے پاس باقی نہ رہے۔" (ابن أبی شیبہ: 35168)

خواہش پرست کے لیے آخرت میں صرف خسارہ ہی ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَأَمَّا مَن طَغَىٰ 0 وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا 0 فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ 0 وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ 0 فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ﴾ (سورۃ النازعات: 37-41)

"تو جس (شخص) نے سرکشی کی ہوگی اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہش سے روک لیا۔ تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔"

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "خواہش پرستی کا نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ انسان کو لے کر جہنم کے گڑھوں میں گرا دیتی ہے۔" (سنن الدارمی: 395)

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جس انسان کی تمام تر فکر ہی اس کا پیٹ اور شرمگاہ ہو، اس انسان کا تراز و قیامت والے دن گھاٹے کا شکار ہوگا۔" (الزھد لابن مبارک: ص 621)

اس سے مقصود پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت ہے۔

جہنم کو خواہشات نے گھیرا ہوا ہے:

اللہ تعالیٰ نے جہنم کے اردگرد خواہشات کو رکھ دیا ہے یا یوں کہیے کہ جنت کو خواہشات سے ڈھانپ دیا ہے جو بظاہر تو پرکشش ہیں مگر جو ان کی تکمیل کرے گا اس کا ٹھکانہ سوائے جہنم کے کچھ بھی نہیں۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَمَّا خَلَقَ اللهُ الْجَنَّةَ قَالَ لِجِبْرِيلَ: اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا، ثُمَّ حَفَّهَا بِالْمَكَارِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ " قَالَ: " فَلَمَّا خَلَقَ اللهُ النَّارَ قَالَ: يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا، فَحَفَّهَا بِالشَّهَوَاتِ ثُمَّ قَالَ: يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَبْقَى أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا»

"جب اللہ نے جنت کو پیدا کیا تو جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا: جاؤ اور اسے دیکھو، وہ گئے اور اسے دیکھا، پھر واپس آئے، اور کہنے لگے: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم، اس کے متعلق جو کوئی بھی سنے گا وہ اس میں ضرور داخل ہوگا، پھر (اللہ نے) اسے مکروہات (ناپسندیدہ) (چیزوں) سے گھیر دیا، پھر فرمایا: اے جبرائیل (علیہ السلام)! جاؤ اور اسے دیکھو، وہ گئے اور اسے دیکھا، پھر لوٹ کر آئے تو بولے: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ اس میں کوئی داخل نہ ہو سکے گا، جب اللہ نے جہنم کو پیدا کیا تو فرمایا: اے جبرائیل (علیہ السلام)! جاؤ اور اسے دیکھو، وہ گئے اور اسے دیکھا، پھر واپس آئے اور کہنے لگے: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! جو اس کے متعلق سنے گا اس میں داخل نہ ہوگا، تو اللہ نے اسے مرغوب اور پسندیدہ چیزوں سے گھیر دیا، پھر فرمایا: جبرائیل (علیہ السلام)! جاؤ اور اسے دیکھو، وہ گئے، جہنم کو دیکھا پھر واپس آئے اور عرض کیا: اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ کوئی بھی ایسا نہیں بچے گا جو اس میں داخل نہ ہو۔" (سنن ابو داؤد: 4744)

نفسانی خواہشات سے بچاؤ کے طریقے

سوال یہ ہے کہ ان خواہشات میں گھرا ہوا شخص کس طرح چھٹکارا حاصل کرسکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان خواہشات نفسانیہ سے چھٹکارا صرف اللہ تعالیٰ کی خاص مدد اور توفیق ہی سے ممکن ہے۔ ہاں اس کے لیے کچھ معاون امور ہیں، جو درج ذیل ہیں:

1۔ انسان اپنے نفس کے حق میں اور خواہش کے خلاف پختہ عزم کرلے۔

2۔ اس خواہش کے کھو جانے پر انسان اپنے نفس کو صبر کا گھونٹ پلادے۔

3۔ وہ قوت نفس پیدا کرے جو صبر کے گھونٹ کو پینے کے لیے انسان کو بہادر بنادے اور لمحے بھر کا صبر ہی بہادری ہے۔ صبر کے سبب ہی سے انسان بہترین زندگی پاتا ہے۔

4۔ لمحہ بھر کا غور و فکر، جو اس کام کے نتیجے کو اچھا بنا دیتا ہے اور اس صبر کے گھونٹ کو باعث شفا بنا دیتا ہے۔

5۔ انسان کا اس خواہش کی پیروی سے متعلق تمام تکالیف اور پریشانیوں پر غور و فکر کرنا۔

6۔ خواہش کے ترک پر اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے، لوگ اس کی دل سے

عزت کرتے ہیں اور یہ چیز خواہش کی پیروی میں موجود لذت سے کہیں زیادہ بہتر اور نفع بخش ہے۔

7۔ عفت کی چاشنی و حلاوت کو معصیت کی لذت پر ترجیح دینا۔

8۔ دشمن پر غلبہ کی صورت میں خوشی اور شکست کی صورت میں غصہ، غم اور دکھ ہوتا ہے اور اس کی وجہ بھی خواہش کا پورانہ ہونا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں میں سے اس کو پسند کرتے ہیں، جو اللہ کے دشمنوں کو شکست دے اور انہیں غصہ دلائے۔

9۔ اس بات پر غور وفکر کہ وہ خواہشات کے لیے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس کو ایک بڑے ہی عظیم مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے جس کا حصول ترک خواہشات کے بغیر ممکن نہیں۔

10۔ اپنے نفس کے لیے ایسی چیز کو بھی اختیار نہ کرے جو اس کو حیوانات سے بدتر بنادے، کیونکہ حیوان اپنی طبیعت کے ساتھ نفع بخش اور نقصان دہ چیزوں میں تمیز کرلیتا ہے اور نفع بخش کو نقصان دہ پر ترجیح دیتا ہے جبکہ انسان کو تمیز کے لیے عقل جیسی عظیم نعمت عطا کی گئی ہے، اس کے باوجود اگر وہ نفع مند اور نقصان دہ چیزوں میں تمیز نہ کرسکے یا جاننے کے باوجود نقصان دہ کو ترجیح دے تو وہ چوپائیوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

11۔ وہ اپنے دل کو خواہش کی کھوج میں لگائے اور اندازہ کرے کہ اس سے، اس خواہش پرستی کے باعث، کتنے فضیلت والے کام فوت ہو گئے ہیں اور اسے کتنی ذلت اٹھانی پڑی ہے۔ کتنی ہی ایسی مبارک لذتیں اس خواہش پرستی سے ضائع ہو گئیں اور کتنے بلند مقامات کو شہوت پرستی نے گھٹادیا۔ انسان کے سر کو نیچا کردیا اور اس کو قبیح و مذموم بنا دیا۔ اس خواہش پرستی نے اس کو ذلیل ورسوا کردیا اور ایسی عار کو اس پر چسپاں کیا جسے کسی قسم کا محلول دھو نہیں سکتا۔ خواہش پرست کی آنکھ اندھے کی آنکھ ہوتی ہے۔

12۔ ہر صاحب عقل تصور کرے کہ جس چیز کی خواہش کر رہا ہے، اس سے وہ کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے؟ پھر اس کے حاصل ہو جانے کے بعد حالات کا جائزہ لے کہ اس نے کیا کھویا اور کیا پایا؟

13۔ اس چیز کو پوری ایمانداری کے ساتھ دوسرے کے حق میں تصور کرے پھر اپنے نفس کو اس کی جگہ پر رکھ کر غور کرے، کیونکہ کسی چیز کا حکم اس سے ملتی جلتی چیزوں کا حکم ہوتا ہے۔

14۔ نفس کے مقابلہ میں غور وفکر کرے اور اس کے متعلق اپنے دین اور عقل سے سوال کرے، ان دونوں کا جواب یہی ہوگا کہ خواہش نفس کی کوئی حیثیت نہیں۔

15۔ انسان خواہش کی پیروی کی ذلت سے اپنے نفس کے حق میں خود دار ہو، کیونکہ جس نے بھی اپنی خواہش کی پیروی کی اس نے اپنے نفس میں اس کی ذلت کو ضرور پایا ہے۔ خواہش کی پیروی میں دھوکہ کھانے والا، اس کو بڑا خیال کرنے والا لوگوں میں سے مرتبہ کے لحاظ سے ذلیل ترین شخص ہے۔

16۔ انسان کو چاہیے کہ وہ دین، عزت، مال اور مرتبہ کی سلامتی اور مطلوبہ لذت کو پانے کے درمیان موازنہ کرے، تو وہ ان کے درمیان کوئی نسبت نہیں پائے گا، لہٰذا پتہ چلا کہ ان چیزوں کے بدلے مطلوبہ لذت کو خریدنے والا لوگوں میں سے سب سے زیادہ بے وقوف ہے۔

17۔ انسان کو اپنے نفس کے لیے خود دار ہونا چاہیے تاکہ وہ اپنے دشمن کے قہر تلے نہ دب جائے کیونکہ جب شیطان کسی میں عزم و ہمت کی کمزوری اور خواہش کی طرف میلان دیکھتا ہے تو اس کے دل میں اس کے لیے لالچ پیدا کر دیتا ہے۔ وہ اس کو پچھاڑتا ہے اور خواہش کی لگام پہنا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے اس سے کرواتا ہے، لیکن جب وہ اس شخص میں شرف نفس، عزم کی قوت اور ہمت کی بلندی دیکھے تو اس کو نہیں بہکا سکتا۔

18۔ اس سے باخبر ہونا چاہئے کہ خواہش جس چیز سے بھی ملتی ہے اس کو فاسد کرکے رکھ دیتی ہے، اگر یہ علم میں واقع ہو جائے تو اس کو بدعت اور ضلالت کی طرف لے جاتی ہے اور اس میں واقع شخص خواہش پرست بن جاتا ہے، اگر تقویٰ میں واقع ہو جائے تو یہ ریاکاری اور مخالفت سنت کی راہ دکھاتی ہے، اگر اس کی آمیزش حکومتی معاملات میں ہو تو حاکم کو ظلم کرنے اور حق سے روکنے پر مجبور کر دیتی ہے، اگر یہ تقسیم میں داخل ہو جائے تو اس کو عادلانہ تقسیم سے ظالمانہ تقسیم کی طرف پھیر دیتی ہے اور اگر عبادت میں داخل ہو تو اس کو طاعت اور قربت سے نکال دیتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس کے ساتھ بھی ملتی ہے اس کو خراب کر دیتی ہے۔

19۔ اس بات کا علم بھی ضروری ہے کہ انسان کے اندر شیطان کے داخل ہونے کا واحد راستہ خواہشات ہیں۔ شیطان انسان کے اندر داخل ہونے کے لیے اس کے گرد چکر لگاتا ہے کہ کہاں سے داخل ہو کر اس کے دل اور اعمال کو برباد کر دے تو سوائے خواہشات کے دروازے کے اس کو کوئی راستہ نہیں ملتا اور جب وہ ان خواہشات کے راستے سے جسم میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ زہر کی طرح جسم کے ہر عضو میں سرایت کر جاتا ہے۔

20۔ اللہ تعالیٰ نے خواہش نفس کو رسول پر نازل شدہ چیزوں (قرآن وحدیث) کے مخالف قرار دیا ہے اور اس خواہش کی پیروی کرنے والے کو رسول کی پیروی کرنے والے کے مقابلے میں ذکر کیا ہے۔ یوں لوگ دو قسموں میں منقسم ہیں: وحی کی پیروی کرنے والے

اور خواہشات کے مطیع ۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر ہے۔ فرمایا:

﴿فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ﴾(سورۃ القصص:50)

”اگر وہ آپ کی نہ مانیں تو جان لیں کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔“

21۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے متبع الھویٰ کو حیوانات میں سے حقیر ترین جانوروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر کتے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ۚ ذَّٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (سورۃ الاعراف:176)

”اگر ہم چاہتے اسے ان آیتوں کے ذریعہ سے بلندی عطا کرتے، مگر وہ تو زمین کی طرف جھک کر رہ گیا اور اپنی خواہش نفس ہی کے پیچھے پڑا رہا، لہٰذا اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی کہ تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان لٹکائے رہے اور اسے چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رہے۔ یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ تم یہ حکایات ان کو سناتے رہو، شاید کہ یہ کچھ غور وفکر کریں۔“

دوسری جگہ گدھے کے ساتھ تشبیہ دی:

﴿ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ 0 فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ﴾ (سورۃ المدثر:50-51)”گویا کہ وہ بدکے گدھے ہیں، جو شیر سے بھاگے ہوں۔“

اور کبھی خواہش پرستوں کی صورتوں کو بندروں اور خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دیا۔

22۔ خواہشات کی پیروی کرنے والا اس لائق نہیں کہ اس کی اطاعت کی جائے اور وہ اقتدا اور اقتدار دونوں کے قابل نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو امامت سے معزول قرار دیا ہے اور اس کی اطاعت سے منع فرمایا ہے۔ رہی معزول دینے کی بات تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کے جواب میں کہا تھا: ﴿لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ (سورۃ البقرۃ:124)

”یعنی میرا عہد امامت ظالموں کو نہیں پہنچ سکتا، اور ہر خواہش پرست ظالم ہے۔“ (امام ابن القیم رحمہ اللہ کی تحریر سے استفادہ)

☆☆☆

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

برطانیہ کی ایک مقتدر شخصیت چل بسی اپنے پیچھے ایک یادگار زندگی چھوڑ گئے ہیں۔ حاجی میاں مصدق حسین بریڈ فورڈ کو اللہ پاک نے دولت کے ساتھ بڑا دل دیا تھا ، بریڈ فورڈ کی دینی اور کاروباری شخصیت حاجی میاں مصدق حسین جو مرکزی جمعیت اہل حدیث کے سابق رکن عاملہ اور رکن شوریٰ اور امیر جمعیت اہل حدیث بریڈ فورڈ 8 تھے، دو تین سال سے وہ اپنے وطن مالوف سیالکوٹ منتقل ہو گئے تھے اور وہاں بھی ان کے کاروبار تھے۔ 75 سال کی عمر میں ہارٹ اٹیک ہوا اور فوری ہسپتال منتقل کئے گئے مگر وقت موعود آ گیا اور وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

پسماندگان میں اہلیہ تین فرزند میاں سلمان حسین، میاں عثمان حسین، میاں طاہر حسین اور ایک بیٹی اور اقارب و احباب اور ہزاروں چاہنے والے سوگوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میاں حاجی مصدق حسین کو دولت کے ساتھ بڑا دل عطا فرمایا تھا، اللہ کی راہ میں اور ضرورت مندوں کی دل کھول کر مدد کرتے تھے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ اور اس کی 50 سے زیادہ برانچوں کو جب بھی ضرورت پڑتی وہ دل کھول کر ان کا تعاون کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ہمدرد اور نرم دل عطا فرمایا تھا اور یہی چیز انہیں ان شاء اللہ اب کام آئے گی اور ان کے حق میں صدقہ جاریہ اور باقیات الصالحات ثابت ہوگی۔

چند سال پہلے مرحوم نے عبقری انسان ڈاکٹر محمد بہاؤالدین (سلیمان اظہر) جنہوں نے تحریک ختم نبوت کی 75 جلدیں لکھیں اور تاریخ اہل حدیث کی 15 جلدیں لکھ کر دنیا میں ایک نیا اور اہم کام انجام دیا ان کے اعزاز میں ایک عشائیہ دیا اور ملک اور بیرون ملک کے علماء و اسکالر شریک ہوئے اور مرکزی جمعیت اہلحدیث برطانیہ کے سینکڑوں لوگ مدعو تھے اور جتنے بھی مدعو تھے ان کی بڑی مثالی دعوت کی تھی۔ اللہ کریم انہیں قبر میں برزخ اور آخرت میں بہت بڑے اجر وثواب سے نوازے۔ آمین

ان کا آبائی وطن سیالکوٹ تھا، وہ وہیں مدفون ہوئے قائد مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان و برطانیہ پروفیسر علامہ ساجد میر نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ہزاروں لوگوں نے اشکبار آنکھوں سے ان کی نماز جنازہ ادا کی اور ان کے فرزندوں سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے مرحوم کے لئے دعائے خیر کی کہ اللہ کریم ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔

برطانیہ میں مولانا شعیب احمد میرپوری، قاری ذکاء اللہ سلیم، افتخار احمد چوہدری، مولانا محمد عبدالہادی العمری، مولانا محمد حفیظ اللہ خان المدنی، مولانا شیر خان جمیل احمد عمری، مولانا محمد ابراہیم میرپوری، حاجی عبد الغفور چوہدری، برادر عجائب خان، حافظ شریف اللہ شاہد، حافظ اخلاق احمد، مولانا شفیق الرحمن شاہین، حافظ اسامہ مدنی، چوہدری شاہین شوکت علی؛ چوہدری برکت علی، ابوحمزہ مدنی، حاجی الطاف حسین رحمانی، علی حسن کیمبرج، حافظ حبیب الرحمن جہلمی، ڈاکٹر عبدالرب ثاقب اور دیگر علماء و قائدین نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ کریم جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا
آدمی بلبلہ ہے پانی کا



سوالات کے جوابات

ڈاکٹر صہیب حسن (لندن)

قونیہ (ترکی) میں منعقدہ یورپین کونسل برائے افتاء اور بحوث کے 35 ویں اجلاس میں پیش کردہ چند فتاوی درج کر رہا ہوں۔ ہر فتویٰ کے آخر میں صاحب فتویٰ کے نام کا حوالہ دیا گیا ہے۔

ریٹائرمنٹ پر پنشن کا حکم

سوال: میں اس مسئلہ کا حکم شرعی جاننا چاہتا ہوں کہ بنک کی طرف سے ایک شخص کی تنخواہ میں سے ہر ماہ 2 سو، یا 3 سو یورو یا ایک معین نسبت کے برابر رقم کاٹ لی جاتی ہے، جو بنک کے پاس جمع رہتی ہے اور جب وہ شخص ریٹائرمنٹ کی عمر جیسے 65 سال کو پہنچ جاتا ہے تو اسے تمام جمع شدہ رقم 25 ہزار یورو کے اضافہ کے ساتھ لوٹا دی جاتی ہے، تو سوال یہ ہے کہ آیا ریٹائرمنٹ کے بعد اس رقم کا وصول کرنا جائز ہے؟

جواب: سائل کے سوال میں منعقدہ صورت کا تعلق تجارتی بیمہ سے ہے نہ کہ اس پنشن سے جو حکومت کے کسی محکمہ یا کسی کمپنی کی طرف سے ریٹائرمنٹ کے بعد دی جاتی ہے کہ جہاں وہ شخص ملازم رہا تھا، کہا جائے گا کہ اس معاملے کا تعلق تبرعاتی عقود (معاملات) سے ہے کہ جنہیں معاوضاتی معاملات کی طرح اعتبار کیا گیا ہے۔ مذکورہ تجارتی بیمہ یا بنک کی طرف سے جو معاملہ کیا گیا ہے وہ پنشن والا معاملہ نہیں ہے، بلکہ وہ ایک سودی معاملہ ہے یا کم از کم ایسا عقد ہے جس میں شبہ پایا جاتا ہے۔ فقہاء عام طور پر حکومت یا کمپنیوں کی طرف سے دی جانے والی پنشن اور مذکورہ تجارتی بیمہ میں فرق کرتے ہیں۔ پہلا تعاون پر مبنی ہے، اس لئے جائز قرار دیا گیا ہے اور دوسرا بربنائے سود حرام قرار دیا گیا ہے۔

مجمع الفقہ الاسلامی کے اجلاس منعقدہ 10 تا 16 ربیع الثانی 1406 کے ایک فیصلے میں کہا گیا ہے۔

1۔ تجارتی بیمہ پر مشتمل وہ عقد کہ جس میں ایک طے شدہ قسط کی ادائیگی شامل ہوتی ہے، ایسا معاملہ ہے کہ جس میں جہالت کی بنا پر عقد فاسد ہو جاتا ہے اور اس بنا پر وہ حرام قرار دیا جاتا ہے۔

2۔ متبادل عقد کہ جس میں اسلامی اصولوں کا خیال رکھا گیا ہے۔ وہ تعاونی بیمہ کا نظام ہے، جس کی بنیاد باہمی تعاون اور تبرعات پر ہے۔

3۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اگر بنک کی طرف سے یہ معاملہ کیا جاتا ہے، جیسا کہ مذکورہ سوال میں پوچھا گیا ہے، تو اسے جائز سرمایہ کاری (INVESTMENT) شمار نہیں کیا جائے گا، چونکہ یہ ناجائز سودی کاروبار پر مبنی ہے۔

خیال رہے کہ بنک لوگوں کے جمع شدہ ڈپازٹ (DEPOSITS) کو مزید زر پیدا کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ ڈپازٹ کا 10 فیصد یا 20 فیصد حصہ تو اپنے پاس رہنے دیتا ہے لیکن باقی رقم کو قرض کی صورت میں صارفین کو دے دیا ہے، لیکن چونکہ یہ رقم چیک کی صورت میں دی جاتی ہے تو وہ ایک سو یورو کو ایک ہی شخص کو نہیں بلکہ 10 اشخاص کو بھی دے سکتا ہے اور اس طرح وہ ایک سو یورو کے ایک ہزار یورو تخلیق کرتا ہے یعنی اس رقم کی بنیاد سود در سود پر ہوتی ہے، اور اس لئے بنک کے لئے یہ بڑا آسان ہے کہ اپنے ایک صارف کو ریٹائرمنٹ کے بعد ایک اچھی اضافی رقم ادا کر سکے۔

ہم یہ رائے رکھتے ہیں کہ عصر حاضر میں مال کی حیثیت وہ نہیں ہے جو پچھلے زمانوں میں تھی اور وہ اس لیے کہ پہلے سونا چاندی ہی بطور کرنسی متداول رہے، لیکن پچھلی دو صدیوں میں بنکوں کے کاروبار کی ابتداء سے صورتحال میں تبدیلی آ چکی ہے۔ اب بنک مصنوعی طور پر زر بناتے ہیں اور وہ اس طرح کی جو رقوم لوگ بچت کے طور پر بنکوں میں جمع کراتے ہیں۔ بنک اپنے تجربات کی روشنی میں جاتے ہیں کہ اسی فیصد ڈپازٹ کی رقوم طویل مدت کے لئے بنک میں پڑی رہتی ہیں اور مشکل سے بیس فیصد رقوم لوگ بنکوں سے نکلواتے ہیں۔ اس لئے وہ اسی فیصد رقوم کو ان لوگوں کو بطور قرض دیتے ہیں جو بنکوں سے اپنی نجی یا تجارتی ضروریات کے قرض لینا چاہتے ہیں اور یہ ادائیگی چونکہ چیک سے ہوتی ہے یا صرف بنک کی طرف ٹرانسفر کی شکل میں ہوتی ہے تو ایک ہی مبلغ کو (مثال کے طور پر ایک ہزار یورو یا پونڈ کو) جو بنک کے اندر موجود ہے، کئی بار قرض پر دیا جا سکتا ہے۔ اسے ہی مصنوعی زر کہا جاتا ہے اور چونکہ اگر مارکیٹ میں زر کی افزائش ہو جاتی ہے تو لازمی طور پر چیزوں کی قیمتوں میں اضافہ ہو گا، جس کا مطلب ہے کہ زر کی قیمت میں کمی واقع ہو جائے گی۔

نتیجہ اس کا یہ ہو گا کہ صارفین جن کا پیسہ بنکوں میں جمع ہے وہ اگر اپنی رقم پانچ، دس سال بعد بنک سے نکلواتے ہیں تو اس کی قیمت میں کمی واقع ہو چکی ہو گی۔

یعنی سائل کے سوال کے مطابق اس کی تنخواہ میں سے جو رقم ہر ماہ بنک کے کھاتے میں جمع ہو رہی تھی تو دس سال کے بعد (بطور مثال) دس ہزار یورو کی قیمت

گھٹ کر آٹھ ہزار ہو سکتی ہے۔ اس کا مداوا ایسے ہو سکتا ہے کہ وہ زائد رقم جو بنک اسے ریٹائرمنٹ کے بعد ادا کرے گا، یہ شخص اس میں سے اتنی رقم لے سکتا ہے، جو مجموعی بچت کی قیمت میں کمی کے برابر ہو اور باقی رقم اس کے لئے حلال نہیں ہے، وہ اسے رفاہی کاموں میں یا غرباء میں تقسیم کر دے۔

یہ ایک حل ہے جو ہم نے اجتہادی طور پر تجویز کیا ہے۔ اس مسئلے میں بحث کی گنجائش ہے اور اہل علم اپنی آراء سے ہمیں آگاہ کرتے ہیں تو ہم ان کے شکر گزار ہوں گے واللہ اعلم۔(در صہیب حسن)

بنک میں ملازمت کرنے کا حکم

سؤال: میں ایک نوجوان ہوں، ایک یورپی ملک میں رہائش رکھتا ہوں، تعلیم مکمل کرنے کے بعد نوکری کے حصول میں بہت دقت پیش آرہی ہے اور مجھے نوکری کی شدید ضرورت ہے، میں مصنوعی ذہانت اور علوم بیانات سے تعلق رکھتا ہوں۔ ہالینڈ جہاں کہ میں مقیم ہوں، وہاں کے کسی بنک میں کیا ملازمت کرنا میرے لئے جائز ہوگا؟ بنک چونکہ سودی معاملات نمٹاتے ہیں، اس لئے کیا میں وہاں ملازمت کر سکتا ہوں، میں یہ ذکر کرتا چلوں کہ میں نے بنک میں کام کرنے سے بچنے کی بہت کوشش کی ہے لیکن میرے جیسے آدمی کے لیے بنکوں کے علاوہ کہیں اور ملازمت ملنے کے امکانات ناپید ہیں۔

جواب: یہ درست ہے کہ عام مسلمانوں کے لئے غیر مسلم ممالک میں بالکل صاف وشفاف نوکری کا حصول ایک جان جوکھم والا سا معاملہ ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ لوگوں کو مناسب روزگار کی بھی تلاش رہتی ہے۔ لیکن مالی معاملات کی حاجت، ضرورت کے درجے میں ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ ضرورت کی بنا پر ایک ممنوع چیز بھی جائز ہو جاتی ہے اور جہاں تک بنکوں کا تعلق ہے تو وہاں کئی قسم کے معاملات ہوتے ہیں لیکن پھر بھی سودی معاملات وہاں بنیادی مقام رکھتے ہیں، اور اس لئے عام علماء نے لوگوں کے روزگار کی حاجت کو دیکھتے ہوئے، بنک میں کام کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور اس بنا پر آپ اگر بنک میں کام کرنا چاہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امید ہے کہ آپ کو روزی کمانے اور گھر کی کفالت کرنے کا اجر ملتا رہے گا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ نمازوں پر پابند رہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر کار بند رہیں، بچوں کی صحیح اسلامی تربیت کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آدمی کے نیک کاموں کی وجہ سے اس کی برائیوں کا ازالہ کرتے رہتے ہیں۔(ڈاکٹر اکرم ندوی)

ہاؤسنگ فنانس اسکیم کے تحت گاڑی کا خریدنا

سوال: یہاں یہ طریقہ عام ہے کہ بعض کمپنیاں HOUSE FINANCING اسکیم کے تحت گاڑیاں فروخت کرتی ہیں اور یہ عقد مشتری اور کمپنی کے درمیان کسی تیسری جہت کی مداخلت کے بعد (جیسے بنک وغیرہ) تکمیل پاتا ہے، لیکن اس عقد میں کمپنی کے فوائد پر مشتمل گاڑی کی قیمت کا تعین کر دیا جاتا ہے۔(فوائد سے مراد سودی فائدہ ہے) یا پھر اس کمپنی کا جس بنک کے ساتھ کاروباری تعلق ہوتا ہے، وہ مشتری کو مال مہیا کرتا ہے اور مشتری کا سارا معاملہ بنک کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ اسے گاڑی کی قیمت بمع سود ادا کرنے کا پابند ہوتا ہے، کیا یہ دونوں صورتیں جائز ہیں، پہلے میں بظاہر ایک ہی عقد ہے اور دوسرے میں قرض لیا جاتا ہے اور بمع سود واپس کیا جاتا ہے؟

جواب: اگر بائع، چاہے وہ ایک شخص ہو یا ایک کمپنی، اور مشتری کے درمیان موٹر کی ایک قیمت طے ہو جائے جن پر دونوں کا اتفاق ہو تو یہ معاملہ جائز ہے، چاہے بائع نے اس میں کچھ رقم بطور فوائد (سود) رکھی ہو، لیکن اگر مشتری کا لین دین بنک کے ساتھ ہو کہ مشتری بنک سے قرض لے کر بالاقساط موٹر کی قیمت ادا کرتا ہو اور اس کے اوپر سود کی رقم بھی ادا کرتا ہو تو یہ ایک سودی معاملہ ہے جو کہ حرام ہے۔ واللہ اعلم (در عجیل نشمی)

حمل کے دوران بچے کی اپنی مرضی کے مطابق جنس کا تجویز کرنا

سوال: میں ایک شادی شدہ خاتون ہوں، میرا ایک بچہ ہے، اب میں ایک ایسا آپریشن کروانا چاہتی ہوں کہ جس کی رو سے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے، بچے کی جنس کا تعین کروا سکوں، میں جاننا چاہتی ہوں کہ آیا ایسا کرنا جائز یا نہیں؟

اس سوال کا پس منظر یہ ہے کہ میں اپنے شوہر کے ساتھ ایک مغربی ملک میں رہائش پذیر ہوں اور اس بات سے خائف ہوں کہ اگر میری بیٹی ہوئی تو یہاں کے حالات کو دیکھتے ہوئے، عین ممکن ہے کہ میں اس کی صحیح تربیت نہ کر پاؤں اور وہ پھر بگڑ نہ جائے اور یوں اس کا دین برباد ہو جائے تو کیا یہ بہتر نہیں کہ میں ابھی سے (آپریشن کے ذریعے) اس کی جنس متعین کر سکوں؟

جواب: سائلہ نے یہ بات واضح نہیں کی ہے کہ وہ آپریشن (یعنی حمل میں نطفے کو پلانٹ کرنے) سے کیا مراد لیتی ہے، کیا اس کا اشارہ رحم میں مادہ منویہ رکھنے کو پلانٹ کروانا ہے یا اس کی مراد وہ علاج ہے کہ جس میں نطفے کو علیحدہ سے ایک نلکی میں پرورش کیا جاتا ہے اور پھر عورت کے رحم میں پلانٹ کر دیا جاتا ہے، اگر اس کی طرف سے وضاحت آجائے تو مجھے بتایا جائے۔

اب ہم اصل مسئلہ کو لیتے ہیں اور وہ ہے، جنین کی نوعیت کا اپنی مرضی سے اختیار کرنا، اسلام نے عزل کو جائز قرار دیا ہے اور وہ بھی بچے کے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ایک قسم کا اختیاری فیصلہ ہے اور دوسری طرف اسلام نے اس بات کو جائز قرار دیا

ہے کہ ایک مسلمان اپنے رب سے یہ دعا کرے کہ اسے بیٹا یا بیٹی عطا ہو، اللہ کے نبی سیدنا زکریا علیہ السلام نے دعا مانگی تھی :

﴿وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا﴾ (سورۃ مریم:5)

"اور مجھے اپنی طرف سے ایسا وارث عطا فرما جو میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بن سکے۔"

تو معلوم ہوا کہ ایسی دعا کرنے کی اجازت دی گئی اور یہ بات بھی معلوم ہے، کہ اگر کوئی فعل حرام ہو تو اس کا مانگنا بھی حرام ہے؟ اور یہ بھی کہ دعا کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ کوئی حرام چیز نہ مانگے اور یہ بھی طے ہے کہ کسی چیز کے واقع ہونے یا نہ ہونے کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ارادے کے ساتھ ہے، اور انسان کو یہ نہیں پتہ چلتا کہ اللہ کیا چاہتا ہے اور کیا نہیں چاہتا، جب کوئی چیز واقع ہو جاتی ہے تب ہی سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کی مرضی کیا تھی، اور اس کے ارادے کے مطابق ہی وہ واقعہ وقوع پذیر ہوتا ہے۔ جو اللہ چاہتا ہے اور کوئی اس امر کو ٹھکرانے والا نہیں ہے۔ قضاء وقدر کے مسئلہ میں ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کہ اس بات پر پورا پورا یقین رکھیں کہ اللہ ہی کو کسی چیز کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے اس کا علم ہوتا ہے اور یہ بات اللہ کے ساتھ خاص ہے اور وہ چیز اس علم کے مطابق ہی واقع ہوتی ہے، اور یہ بات اللہ کے ساتھ خاص ہے اور جس چیز نے واقع ہونا ہے وہ اسباب اور موانع کے باوجود واقع ہو کر رہتی ہے۔

اولاد کے ہونے یا نہ ہونے کے قواعد ان اسباب اور ضوابط کے اوپر مبنی ہیں، جو کہ اللہ نے اپنی مخلوقات میں بطور امانت سپرد کر دیئے ہیں اور جو نہی اللہ تعالیٰ کا ارادہ ان اسباب وضوابط کے ساتھ جڑ جاتا ہے، وہ کام ہو جاتا ہے، چاہے حلال طریقے سے ہو یا حرام طریقے سے اور یہ اس لیے کہ حرام سے بچنے کا تعلق ایک مؤمن شخص کی قوت ایمانی سے متعلق ہے کہ جو اسے اللہ کی نافرمانی سے بچاتی ہے، وہ ایسے موانع میں سے نہیں ہے جو معجزے کی صورت میں یا دنیوی سزا کی شکل میں لازمی طور پر ظاہر ہوں۔

بعض لوگ اس آیت یعنی

﴿يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ 0 أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾ (سورۃ الشوریٰ: 49-50)

"وہ جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے عطا کرتا ہے یا دونوں بیٹے اور بیٹیاں دے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔" کو پیش کرتے ہیں کہ اس آیت کی رو سے ایسا کرنا جائز نہیں ہے، لیکن یہ درست نہیں اور وہ اس لئے کہ ایک مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ کا ارادہ اور اس کی مشیئت ہر کام میں کار فرما ہوتی ہے، تو اس کا یہ فعل اس آیت کے مفہوم سے ٹکراتا نہیں ہے۔

اور اسی لیے تو اس بات کو جائز سمجھتے ہیں کہ ایک بانجھ مرد یا عورت کو اپنے بانجھ پن کے علاج کے لئے ڈاکٹر کے پاس جانا جائز ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان یہ نہیں سمجھتا کہ جنین کو متعین کرنا خود اس کے ہاتھ میں ہے اور یہ بھی زیر غور رہنا چاہئے کہ یہ معاملہ انفرادی سطح پر ہو رہا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، جیسے ایک انسان کا عزل کرنا یا اولاد کی پیدائش میں مناسب وقفہ لانے کی کوشش کرنا۔

البتہ اگر یہ معاملہ پورے معاشرے کی سطح پر قانون بنانے کے مرحلہ تک پہنچ جاتا ہے تو بہر حال خطرے کا باعث ہوگا۔ تو ہم کہیں گے کہ سائل کے لئے مصنوعی طور پر نطفے کی آبیاری PLANTATION جائز ہے تا کہ جنین کی جنس کا تعین ہو سکے لیکن اس اعتقاد کے ساتھ کہ ایسا صرف اللہ کے ارادے سے ہو سکتا ہے اور یہ کام ان ڈاکٹروں کے ہاتھ پر وقوع پذیر ہو جن کی امانت اور دیانت پر بھروسہ کیا جا سکتا ہو۔ واللہ اعلم (ڈاکٹر عجیل نشمی)

نوٹ : کاتب سطور (ص ح) نے سورۃ الشوریٰ کی مذکورہ آیت کے تحت اس عمل کو ناجائز قرار دیتے ہوئے مذکورہ رائے کی مخالفت کی تھی لیکن کثرت آراء کی بنا پر مذکورہ فتویٰ کو اپنایا گیا۔

☆☆☆

شیخ الإسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

قبر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أفضل قبر على وجه الأرض وقد نهى عن اتخاذه عيداً فقبر غيره أولى بالنهي كائناً من كان .

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک زمین پر افضل ترین قبر ہے، اور اسے میلہ گاہ بنانے سے منع کر دیا گیا ہے تو آپ کے علاوہ کسی دوسرے کی قبر سے ممانعت تو بالاولیٰ ہے چاہے وہ کسی کی بھی ہو۔"

(اقتضاء الصراط المستقیم : 172/2 ؛ طبع دار عالم الکتب، بیروت)

☆☆☆

شیخ سلیمان بن سلیم اللہ الرحیلی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

"جو کوئی اپنی ذات، اپنے اہل خانہ اور معاشرے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ رکھتا ہو؛ اسے چاہیے کہ فہمِ سلف کے مطابق کتاب وسنت کی تعلیمات عام کرے۔"

(شرح الوصیۃ الصغری: ص32)

☆☆☆



صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ کی کرامات

اولیاء اللہ کی تعریف

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ 0 الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ 0 لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

”سن لو، جو اللہ کے دوست ہیں اُنہیں کسی قسم کا خوف نہ ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، جو ایمان لا کر تقویٰ پر جمے رہے، اُنہیں کے لئے اس دنیوی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی، اللہ کی باتوں میں تبدیلی نہیں یہی تو بڑی بھاری کامیابی ہے۔“ (سورہ یونس: 62۔64)

یعنی اولیاء اللہ کے لئے ایمان وتقوی کی شرط ہے، تقوی والا مؤمن ہی اللہ کا ولی ہو سکتا ہے اور بے ایمان غیر پارسا ولی نہیں ہو سکتا، اگرچہ ولایت کا دعویٰ کرتا ہو، اولیاء اللہ کو قیامت کی ہولناکیوں اور وحشتوں کا کوئی ڈر نہیں، یہ بے فکر و نڈر ہوتے ہیں اور نہ انہیں دنیا کے اور دنیا کے سازوسامان کے چھوٹ جانے کا غم ہوتا ہے۔

ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اولیاء اللہ کون ہیں؟ فرمایا: جن کے چہرے دیکھ کر اللہ یاد آجائے۔ (مسند البزار)

بشارت سے سچا خواب مراد ہے، جسے مسلمان دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔ (ابن جریر) یا دنیا میں بشارت سے سچا خواب اور آخرت میں جنت مراد ہے۔ (ابن جریر)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا اگر کوئی نیکی کرے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کریں تو اس کا کیا حکم ہے، فرمایا: یہی تو اس کے لئے دنیوی بشارت ہے۔ (صحیح مسلم، تفسیر السراج المنیر تلخیص تفسیر ابن کثیر)

اولیاء اللہ کی شکل وصورت؟

اولیاء اللہ اپنی کوئی خاص شکل وصورت نہیں بناتے جو عام مسلمانوں کا لباس ہوتا ہے ان کا بھی وہی ہوتا ہے۔ زرد رنگ، سبز رنگ، زعفرانی رنگ، یا گیروکا رنگ (جو عام طور ہندوؤں کے مذہبی لوگوں کا لباس ہوتا ہے) ویسا لباس زیب تن کرنا، یا سر کے پورے بال منڈانا، یا بال بہت زیادہ لمبے رکھنا یا اپنی مخصوص ہیئت بنانا کہ جس سے معاشرہ میں جانے جائیں کہ یہ اللہ کے پہنچے ہوئے ہیں سب غلط ہے، حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کا جو لباس تھا، ویسے ہی زیب تن کرنا چاہیئے، اسلام میں زندوں اور مُردوں کے لئے سفید لباس کو افضل قرار دیا گیا ہے۔

اولیاء کے القاب؟

اولیاء اللہ کے کوئی مخصوص القاب نہیں ہوتے۔ جیسا کہ بعض لوگوں نے اولیاء کے لئے خود ساختہ القاب مقرر کئے ہیں، مثلاً غوث، اقطاب، ابدال، قطب الاقطاب وغیرہ، یہ سب قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہیں حتیٰ کہ ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں ہیں، اور غوث کا مستحق صرف اللہ ہے، کوئی بندہ غوث نہیں ہو سکتا، جو شخص اللہ کے سوا کسی اور کو نعمتیں عطا کرنے والا اور بلاؤں کو ٹالنے والا سمجھے وہ گمراہ اور مشرک ہے، اولیاء نہ غیب جانتے ہیں اور نہ ہی اپنی کرامتوں کے بدلے وہ لوگوں سے نذرانے وصول کرتے ہیں اور نہ ہی اپنی قبر کو بڑی اور پختہ بنانے کی وصیت کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے آباؤاجداد کی قبروں کو بڑی بنا کر خود سجادہ بن کر لوگوں کو قبروں پر سجدے کرواتے ہیں اور نہ اپنے لئے نذرانے وصول کرتے ہیں اور جو ایسا کرتے ہیں، وہ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی مشرک بناتے ہیں، آج اولیاء اللہ کی قبروں پر سجدے کرنا، طواف کرنا، نذریں اور منتیں مانگنا، صریح جہالت اور نرا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو شرک سے بچا کر موحد بنائے۔ آمین یارب العالمین

حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

”پھر اُنہیں ان کے رب نے اچھی طرح قبول فرمالیا اور انہیں بہترین طریقے سے بڑھانا شروع کیا اور ان کا سرپرست زکریا کو بنا دیا، جب کبھی زکریا ان کے حجرے میں آتے تو ان کے پاس روزی دیکھ کر پوچھتے، مریم یہ کہاں سے آئی، عرض کرتیں، اللہ کے پاس سے، اللہ جسے چاہے بے حساب روزی عطا فرمائے۔“ (سورۃ آل عمران:37)

اللہ نے مریم کی نذریں قبول فرمالیا اور انہیں پرکشش

چہرے اور خوبصورتی کے ساتھ ساتھ پروان چڑھایا، قبول صورت دی اور نیک بندوں کی محبت میں رکھا گیا تا کہ ان سے علم دین سیکھ کر خیر و برکات حاصل کرلیں، چنانچہ آپ کو سیدنا زکریا علیہ السلام کے سپرد کر دیا گیا، کیونکہ بے چاری کم سنی ہی میں یتیم ہوگئی تھیں اور سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا تھا، قحط کی وجہ سے آپ کی پرورش کا بار سیدنا زکریا علیہ السلام نے اٹھالیا تھا۔

پھر فرمایا: کہ جب زکریا علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ پھل کہاں سے آئے، تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ کے پاس سے، اللہ جسے چاہے بے حساب روزی عطا فرمادے۔

ایک دفعہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کئی دن بھوک کے رہے، جب بھوک سے بے حد نڈھال ہوگئے تو ازواج مطہرات کے گھروں میں تشریف لے گئے لیکن کسی کے گھر میں کچھ نہ ملا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آکر ان سے پوچھا: تمہارے پاس کچھ ہے کہ کھا لوں، مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے۔ انہوں نے بھی قسم کھا کر کہا، افسوس یارسول اللہ، اس وقت میرے پاس بھی کچھ نہیں، پھر آپ چلے گئے۔ اتنے میں ایک ہمسائی نے دو روٹیاں اور کچھ گوشت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا، آپ نے یہ کھانا ایک لگن میں محفوظ رکھا اور سوچا کہ اگرچہ اس وقت مجھے، میرے بچوں کو اور میرے شوہر کو بھی بھوک ہے مگر ہم فاقہ کرلیں گے اور یہ کھانا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلا دیں گے، پھر آپ نے سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو بھیج کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلالیا اور بولیں، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں آپ پر قربان، اللہ نے کچھ بھیجا ہے اور میں نے اسے آپ کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ فرمایا: لاؤ، یہ کھانے کا لگن اٹھالائیں، کھول کر دیکھا تو حیران رہ گئیں کہ لگن گوشت اور روٹیوں سے بھرا ہوا ہے، سمجھ گئیں کہ اللہ نے برکت عطا فرمائی ہے۔ اللہ کا شکر ادا کیا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا اور کھانا آپ کے سامنے رکھ دیا، آپ نے کھانا کھول کر الحمد للہ پڑھ کر پوچھا یہ کہاں سے آیا ہے، بولیں: "ھو من عند اللہ" "یہ اللہ کے پاس سے ہے۔" فرمایا: اللہ نے تمہیں بھی یہودی عورتوں کی سردار عورت کی طرح کر دیا، جب اللہ انہیں روزی دیتا اور پوچھا جاتا تو وہ بھی یہی جواب دیا کرتی تھیں کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی بلوالیا اور سب نے مل کر خوب سیر ہو کر کھانا کھایا اور کھانا بدستور باقی رہا، پھر اسے ہمسایوں میں بانٹ دیا گیا، اللہ نے اس کھانے میں بڑی خیر و برکت عطا فرمائی۔ (تفسیر السراج المنیر تلخیص تفسیر ابن کثیر، مولانا ابو الاشبال احمد شاغف)

بی بی مریم علیہا السلام کی کرامت دیکھ کر سیدنا زکریا علیہ السلام کو شرح صدر ہو گیا

یوں تو انبیائے کرام علیہم السلام کا اونچا درجہ ہے اور اولیاء اللہ کا مقام انبیاء علیہم السلام سے کم ہے، مگر بی بی مریم علیہا السلام بیت المقدس میں ان کے خالو سیدنا زکریا علیہ السلام کی زیر کفالت تھیں، سیدنا زکریا علیہ السلام کی زیر کفالت تھیں، سیدنا زکریا علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ سیدہ مریم علیہا السلام کے حجرہ میں جائے تو وہاں بے موسم کے پھل دیکھتے تھے تو انہیں بہت ہی تعجب ہوتا کہ یہ زمانہ ان پھلوں کا نہیں ہے اور وہ بی بی مریم علیہا السلام کے پاس موجود ہیں، بڑے ہی حیرت و استعجاب میں وہ بی بی مریم علیہا السلام سے پوچھتے کہ

یہ پھل کہاں سے آئے ہیں؟ تو وہ کہتیں کہ

یہ اللہ کے پاس سے آئے ہیں، یہ جواب سن کر سیدنا زکریا علیہ السلام کو شرح صدر ہوا اور انہوں نے اللہ سے ایک لڑکے کی دعا مانگی کہ

جب اللہ مریم علیہا السلام کو بے موسم کے پھل دے سکتا ہے تو مجھے بے موسم کے اولاد بھی دے سکتا ہے، چنانچہ انہوں نے دنیا کی پرواہ نہیں، کئی لوگ اس عمر میں بیٹے کی خواش پر کیا سمجھیں گے اور کیا خیال کریں گے اور کیا کہیں گے۔ بلکہ کھل کر اللہ تعالیٰ نے اس کا اظہار کیا کہ

اے اللہ! میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے، پوری زندگی ہمیں کوئی اولاد نہیں ہوئی اور اس پیرانہ سال میں دل میں چھپی ہوئی خواہش کا برملا اظہار کیا جبکہ اللہ پاک ان کی دل میں چھپی ہوئی آرزو اور تمنا سے واقف تھا، مگر اللہ کی ولیہ بی بی مریم علیہا السلام کی کرامت سے سیدنا زکریا علیہ السلام نے اللہ کے سامنے برملا اولاد مانگی اور اللہ نے اس بچے کا نام بھی خود ہی رکھا کہ اس کا نام 'یحییٰ' ہے اور آج تک اس نام سے دنیا واقف نہ تھی، اللہ نے دنیا کو اس نام سے واقف کرایا۔

درج ذیل آیات میں اس کی صراحت موجود ہے:

﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ﴾ (سورۃ آل عمران:38)

"سیدنا زکریا علیہ السلام نے بھی اسی جگہ اپنے رب سے دعا مانگی کہ اے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ بچہ دے، بلاشبہ تو دعائیں خوب سننے والا ہے۔"

☆☆☆

نظر کی حفاظت کا نسخہ کیمیاء

علامہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا:

نظر کی حفاظت پر کیسے مدد لی جائے؟

آپ نے فرمایا:

"تمہارے اس یقین سے کہ اللہ کی نظر تم پر پہلے پڑ جاتی ہے، تمہارے کسی بھی چیز (ممنوع، نامحرم) پر نظر ڈالنے سے پہلے۔"

(جامع العلوم والحکم: 2/ 479)

☆☆☆



پس حدیث اور فقہ کے مسائل کی تصنیف ان کی حاجت کے مطابق اور طور سے ہوئی جس کا بیان یہ ہے کہ ان کے پاس احادیث و آثار تو اس قدر نہ تھے جس سے وہ اہل حدیث کے اصول پر استنباط مسائل فقہ کر سکتے اور علماء کے اقوال میں نظر اور بحث کرنی انہوں نے پسند نہ کی۔ اس امر میں وہ اپنی نسبت بد گمان رہے اور اپنے آپ کو اس امر کے لائق نہ سمجھے اور اپنے آئمہ کے حق میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ بڑے عالی رتبہ تحقیق پر تھے اور ان کے دل ان کی طرف بہت مائل تھے۔ چنانچہ علقمہؒ نے کہا ہے کہ کیا ابن مسعودؓ سے کوئی زیادہ مضبوط ہے ؟ ایسا ہی ابو حنیفہ ؒ نے ابراہیمؒ اور علقمہؒ کے حق میں کہا ہے کہ وہ بڑی سمجھ والے تھے (یہ تمثیل بنا بر تسلیم مشہور ہے اور در حقیقت یہ قول امام ابو حنیفہؒ سے بسند صحیح ثابت نہیں، چنانچہ ہمارے ضمیمہ اخبار سفیر ہند 1877ء میں اس کی پوری تفصیل ہو چکی ہے، اسی نظر سے ہم نے اس قول کا ترجمہ پورا نہیں کیا۔ (محمد حسین)

ہاں ان میں سمجھ اور تیزی طبع اور سرعت انتقال ذہنی اس قدر تھی کہ وہ اس سے اپنے اماموں کے اقوال سے جواب مسائل نکال لیتے تھے۔ پس انہوں نے اس قاعدہ تخریج (بات سے بات نکالنا) سے فقہ کی پڑی جمائی۔ تخریج کی صورت یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کے جو اقوال و مذاہب آئمہ سے خوب واقف ہو کر کتاب کو یاد کرے اور ہر مسئلہ میں حکم کی وجہ سوچ رکھے، پس جب کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا تو اگر اس کتاب میں آئمہ کا صریح قول پایا تو اس کو جواب میں پڑھ سنایا۔ نہیں تو کسی قول کے عموم کو دیکھا اس میں وہ مسئلہ داخل سمجھا، تو اس پر وہ حکم جاری کیا۔ اور اگر اس قول میں کوئی اشارہ پایا تو اس سے مسئلہ نکال لیا۔ اور بعض اقوال میں کچھ اقتضاء و ایماء بھی پائی جاتی ہے جس سے مطلب کا سمجھنا ممکن ہوتا ہے اور بعض مسائل کی نظیر مل جاتی ہے جس پر وہ مسئلہ محمول ہو سکتا ہے۔ اور کبھی علماء آئمہ کے کسی صریح حکم سے علت نکالتے ہیں اور اس پر اس کی نظیر کو قیاس کرتے ہیں۔ اور بعض اماموں کے ایسے دو قول پائے جاتے ہیں جن کو بطور قیاس افترانی یا شرطی کے ملانے سے جواب مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور کبھی مجتہد کے کلام میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو بطور مثال معلوم ہوتی ہیں انکی پوری حقیقت و تعریف مذکور نہیں ہوتی۔ پس اس مجتہد کے پیرو علماء ان باتوں کے جاننے میں محاورہ اہل زبان کی طرف رجوع کر کے اپنی طرف سے بہ تکلف ان کی حدیں و تعریفیں مقرر کرتے ہیں اور ان کی مثالوں کو قواعد کلیہ بنا دیتے ہیں اور کبھی ان کے اقوال دو معنی کے محتمل ہوتے ہیں تو وہ لوگ ایک معنی کو ترجیح دیتے ہیں کبھی ان کے دلائل کا بیان وسیاق خفی ہوتا ہے تو وہ اس کو واضح کر دیتے ہیں اور بعض اوقات تخریج کرنے والے اپنے اماموں کے فعل و سکوت سے کوئی بات نکال لیتے ہیں۔ وعلی ہذا القیاس

تخریج اس فعل کا نام ہے اور اس بات کو جو نکالی جاتی ہے، قول مخرج (نکالی ہوئی بات) کہا جاتا ہے۔ اور اس کو یوں بھی کہا جاتا ہے کہ یہ بات فلاں مجتہد کے مذہب یا قول یا اصول سے نکالی ہوئی ہے اور ان لوگوں کو جو ایسی بات نکالتے ہیں مجتہد فی المذہب کہا ہے (یہ بھی ایک اصطلاح ہے اور جو ابن کمال پاشا نے مجتہدین کے سات طبقہ ٹھہرائے ہیں اور ازان جملہ مجتہد فی المذہب کو دوسرے طبقہ میں اور اہل تخریج کو چوتھے طبقہ میں شمار کیا ہے اور ہر ایک کو جداگانہ منصب دیا ہے وہ خاص اس کی اصطلاح ہے جس میں کوئی آئمہ سلف سے اس کا پیشوا نہیں ہے۔ علامہ ہارون حنفی نے کتاب ناظورۃ الحق میں ابن کمال پاشا کا پورا تعقب کیا ہے اور اس کی کلام کو نقل کر کے صاف فرما دیا ہے:

بعید عن الصّحۃ بمراحل فضلاً عن حسنہ فإنّہ تحکمات باردۃ و خیالات فارغۃ... الخ

اور محقق حنفی مولوی عبد الحی لکھنوی نے بھی اپنے بعض رسائل میں علامہ ہارون کا توافق کیا ہے اور ابن کمال پاشا کی تقسیم و تجویز کو رد کر دیا ہے۔ (محمد حسین) اسی طور پر اجتہاد کرنا اس شخص کے قول میں مراد ہے جس نے کہا ہے کہ جس نے کتاب مبسوط یاد کر لی وہ مجتہد ہے، یعنی اگرچہ اس کو ایک روایت حدیث کا بھی علم نہ ہو۔ اس طور سے تخریج سب مذاہب میں ہو چکی ہے پس جس مذہب کے لوگ مشہور ہوئے اور قضا و فتوی ان کے سپرد ہوئے اور ان کی تصنیفیں لوگوں میں مشہور ہوئیں وہ مذاہب اطراف زمین میں پھیل گئے اور جس مذہب کے لوگ گوشہ نشین و گم نام ہوئے نہ کہیں کے قاضی ہوئے نہ مفتی بنے اور لوگ ان کی طرف راغب نہ ہوئے وہ مذاہب ایک زمانہ کے بعد بے نشان ہو گئے۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ ضمیمہ نمبر 10۔ ص 65-76)

اس کے بعد حجۃ اللہ البالغہ کے باب حکایۃ حال النّاس قبل المأۃ الرّابعۃ و بعدھا کی وہ عبارت ملاحظہ کریں جسے ہم مع ترجمہ تاریخ اہل حدیث جلد اول کے صفحات 127 تا 134 پر نقل کر چکے ہیں۔ ان عبارات پر تبصرہ کرتے ہوئے ضمیمہ اشاعۃ السنہ جلد 1 میں جناب محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ کے اس کلام سے جو فوائد و نتائج مستفاد ہیں وہ خواص پر مخفی نہیں تاہم عامہ ناظرین کیلئے ان کا بیان مناسب ہے۔ وہ فوائد بہت ہیں، لیکن اس مقام

میں آٹھ قواعد کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے:

1۔ صحابہ کرام، آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال پر عمل کرنے میں قواعد ومسائل فقہیہ کے پابند نہ تھے، اور نہ آنحضرت ﷺ نے انکو یہ قواعد ومسائل بتائے ہیں۔ (یہ قواعد وغیرہ بعد میں تجویز ہوئے ہیں) اس باب میں ان کیلئے بجز اپنی سمجھ وطمانیت قلب کے اور کوئی دستور العمل نہ تھا۔

2۔ بعض صحابہ کا بعض احادیث پر عمل کرنے نہ کرنے میں ایسے طور پر اختلاف ہوا ہے کہ اس اختلاف سے ان کو تارک احادیث نبوی ومنکر نبی نہیں کہا جا سکتا۔ اور نہ وہ اختلاف ایک دوسرے کی تکفیر وتضلیل کا باعث ہوا ہے۔

3۔ ایسا ہی اختلاف تابعین میں بعض احادیث کے عمل وترک میں ہوا ہے۔

4۔ مجتہدین کا بعض احادیث کے عمل وترک میں بھی اختلاف اسی قسم سے ہوا ہے۔

5۔ اہل حدیث واہل الرائے کا باہمی اختلاف بھی نیک نیتی سے ہوا ہے۔ اہل حدیث نے جو آراء رجال کو چھوڑ کر حدیث وآثار پر فتوے دینے کا التزام کیا ہے یہ ان کا کمال اتباع ہے۔ اہل رائے نے جو حدیث پر فتوے دینے اور اس کے بیان سے توقف کیا ہے اور بجائے اسکے اقوال واجتہاد وسلف کو پیش کرنا یا ان اقوال سے بات نکال کر پیش کرنا مناسب سمجھا ہے، یہ بھی نیک نیتی اور خدا پرستی سے خالی نہیں ہے اور بعض آثار سلف بھی اس روش کے موید ہیں۔

6۔ اہل حدیث نے علم وعمل بالحدیث کا پورا پورا سامان بہم پہنچا دیا ہے اور تصنیف وتالیف وتصحیح وتضعیف وجرح وتعدیل ومعارضہ وتطبیق کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا، اور اہل رائے نے اپنے اصول کے مطابق عمل کرنے کیلئے فقہ ومسائل اجتہادی کو جمع کر دیا ہے۔ لہٰذا فریقین کو اپنے اپنے اصول پر بے تردد عمل ممکن ومیسر ہے۔

7۔ صرف ایک مذہب کی تقلید محض چار سو برس بعد شروع ہوئی ہے۔ پہلی اور دوسری صدی میں تو اس کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ تیسری صدی میں کچھ کچھ میلان مذاہب فقہ کی طرف شروع ہوا، تاہم چوتھی صدی تک خالص تقلید مذہب واحد کا رواج نہیں ہوا۔ چوتھی صدی کے بعد جو ہوا، سو ہوا۔

8۔ چوتھی صدی کے بعد فریقین کے اکثر لوگ جادہ اعتدال سے خارج ہو گئے۔ نہ اہلحدیث اصول وروش اہل حدیث پر رہے، نہ اہل تقلید مجتہدین کے چال پر رہے۔ فریقین سے علوم کم ہو گئے اور بجائے اس کے نفسانی جھگڑے پھیل گئے۔

ان فوائد سے نتائج بھی بہت نکلتے ہیں، پر ازاں جملہ اس مقام میں دو کا بیان ضروری ہے۔

اول یہ کہ جن باتوں کو ہمارے وقت کے اہل حدیث ناجائز اور دین اسلام سے خارج سمجھتے ہیں (جیسے کسی حدیث کو کسی وجہ سے نہ ماننا، یا کسی عالم کے قول واجتہاد پر چلنا) وہ باتیں مطلقاً اور بہر حال ناجائز اور دین سے خارج نہیں بلکہ انہی صورتوں سے جن کا اثر ووجود زمانہ صحابہ میں پایا نہیں گیا اور جن باتوں کو ہمارے وقت کے اکثر مقلدین مذاہب ضروری جانتے ہیں (جیسے ہر مسئلہ میں کسی خاص عالم کی پیروی وتقلید کرنا، یا کسی حدیث پر بلا وساطت مجتہد مذہب عمل نہ کرنا) یہ باتیں ضروری نہیں۔ پہلی صدیوں میں ان باتوں کا نام نشان بھی نہ تھا، پھر ضروری ہونا کہاں؟

دوم (جو نتیجہ اول کی فرع ہے) یہ کہ اس وقت کے اکثر اشخاص فریقین (اہلحدیث واہل تقلید) اپنے اپنے اسلاف کی روش واصول سے ناواقف ہیں اور چوتھی صدی کے ضدی لوگوں کی روش پر ہو گئے ہیں۔ ایک دوسرے کو ان باتوں کے سبب برا جانتے ہیں جن باتوں سے برا جاننا ان کے اصول مذہب کا اقتضاء نہیں ہے۔ بناءً علیہ میں فریقین کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ اپنے اپنے اسلاف کی روش اختیار کریں۔ میرے اہل حدیث بھائی صرف اردو مترجم کتب حدیث سے چند احادیث کا ترجمہ پڑھ یا سن کر، باوجودیکہ ان کو حدیث کے الفاظ تک پڑھنے نہیں آتے، ہر کسی کو بعض احادیث کے ترک عمل یا خلاف سے مشرک ومنکر حدیث نہ کہہ دیا کریں جب تک کہ اس حدیث کے متعلق امور ذیل کی تحقیق نہ کر لیں۔

1۔ وہ حدیث جس کا کوئی خلاف کرتا ہے صحیح بھی ہے یا نہیں۔

2۔ اس حدیث کی صحت مخالف کے نزدیک بھی مسلّم ہے؟ یا اس میں اسکو کوئی محدثانہ جرح وکلام ہے۔

3۔ اس کے معنی یقیناً وہی ہیں جو ہم سمجھتے ہیں یا اس میں اور معانی کا بھی احتمال ہے۔

4۔ اس حدیث کا مخالف اس کے مقابلہ میں کسی اور حدیث ارجح یا مساوی سے متمسک ہے یا محض رائے اس کا متمسک ہے۔

اور یہ سوچ لیں کہ بعض احادیث کا خلاف وترک عمل تو صحابہ وتابعین سے بھی ہوا ہے پھر ان کو مشرک ومنکر رسول نہیں سمجھا گیا، مبادا بعض مقلدین کا بعض احادیث کو ترک کرنا اسی قسم سے ہو اور انہی وجوہات سے ہو جو صحابہ وتابعین کے ترک عمل کے لئے بیان کی گئی ہیں۔

اور میرے حنفی بھائی جو تالیفات متاخرین علماء (جن میں اقوال آئمہ مذاہب بھی صرف نام کو ہیں چہ جائے کہ ان کے مستندات کتاب وسنت سے بھی ان میں ہوں) پڑھ کر فقیہ بن بیٹھے ہیں، ان کتابوں یا اپنے ائمہ کے برخلاف حدیث پر عمل کرنے والوں کو دین ومذہب سے خارج نہ سمجھیں اور یہ سوچیں کہ اپنی سمجھ کے موافق حدیث پر عمل کرنا وہ کام ہے جو پہلی اور دوسری صدی کے لوگ عموماً اور تیسری اور چوتھی صدی کے اکثر لوگ کرتے چلے آئے ہیں اور اس کا خلاف خیر القرون میں پایا نہیں گیا۔ زمانہ صحابہ وتابعین بلکہ ائمہ مجتہدین میں کسی عامی یا عالم کو حکم نہیں ہوا کہ وہ کسی خاص شخص یا خاص کتاب کا پابند رہے اور کسی حدیث پر بلا مراجعت و وساطت مجتہد عمل نہ کرے۔ پھر اس کام کے مرتکب دین سے خارج کیونکر ہو سکتے ہیں؟

☆☆☆

